مصدقات تاج الشریعہ

مرتب

معظم بیگ رضوی

ناشر

معظم بیگ رضوی بریلی شریف

موبائل نمبر: 9219549711

مصدقات تاج الشریعہ

مرتب
معظم بیگ رضوی

ناشر
معظم بیگ رضوی
محلّہ بخار پورا پرانا شہر بریلی شریف
موبائل نمبر: 9219549711

نام کتاب :۔ مصدقات تاج الشریعہ

مرتب :۔ معظم بیگ رضوی

تصحیح :۔ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن خاں قادری

مدرس منظر اسلام بریلی شریف

کمپوزنگ :۔ مولانا محمد شفیق الحق رضوی

صفحات :۔ ۹۶

تعداد :۔ ۱۱۰۰

سن اشاعت :۔ ۲۰۱۵ھ/ بمطابق ۱۴۳۷ء

قیمت :۔

نوٹ: اگر کسی صاحب کو اردو، ہندی، انگلش، عربی، فارسی، یا اردو مضامین کو ہندی میں مناسب ریٹ پر ٹائپ کرانی ہو تو ضرور ایک بار خدمت کا موقع دے۔

پتہ: چک محمود پرانا شہر بریلی شریف
مولانا محمد شفیق الحق رضوی
موبائل نمبر:9997662550

دعائیہ کلمات

از: جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ

حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ قادری ازہری

دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ جناب معظم بیگ رضوی صاحب مرکزی دارالافتاء کے کچھ منتخب فتاوٰی کا مجموعہ جن پر میری تصدیق بھی ہے شائع کرنے جارہے ہیں:

مولٰی تعالٰی ان کی یہ کوشش قبول فرمائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ واکرم التسلیم

محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

۳۰/جمادی الاخرۃ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۰/اپریل ۲۰۱۵ء

بریلی شریف

بقلم: عاشق حسین کشمیری استاد جامعۃ الرضا بریلی شریف

عرض ناشر

مرکز اہل سنت بریلی شریف کو یہ طرۂ امتیاز حاصل ہے کہ جب جب اسلامیان ہند کی طرف کفر وضلالت اور ظلم واستعداد کے طوفانوں نے رخ کیا تب اس نے اپنے علم وعرفان اور عشق وایمان کی ہمدردی توانائیوں کو بروئے کار لاکر اس باد مخالف کا رخ یکسر موڑ دیا اور ملت کے ایمان واسلام کی قابل تقلید حفاظت و صیانت کا اہم فریضہ انجام دیتے ہوئے جب جب جس جس وقت جس حربے کی ضرورت پڑی بروقت فراہم کیا۔

مجاہد جنگ آزادی حضرت علامہ مفتی محمد رضا علی خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء میں فرمایا اور تادم واپسی یعنی ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء تک ۳۴ سال یہ خدمت جلیلہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ حضرت علامہ محمد رضا علی خاں کا ایک فتویٰ ہمارے خاندان میں آج بھی یاد کیا جاتا ہے میرے جد امجد مرزا مطیع اللہ بیگ اپنے زمانہ کے مشہور حکیم اور زبردست عالم تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے استاد مرزا مولوی غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ مرزا مطیع اللہ بیگ کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔

عہد آصفیہ میں جب رافضیت کو فروغ ہوا تو کچھ غیر پختہ عقیدہ افراد نے جامع مسجد بریلی کے صحن کے بعد مشرق کی جانب سہ دری میں علم اور تعزیے رکھ دیئے جب مرزا مطیع اللہ جامع مسجد کے متولی مقرر ہوئے، تو آپ نے وہ تعزیے اور علم وہاں ہٹوا دیئے چنانچہ یہ افراد متولی مذکور کے زبردست مخالف ہو گئے بڑا واویلا مچا اور متولی مذکور کو بزعم خود بد عقیدہ کہا جانے لگا تو اس وقت حضرت علامہ رضا علی خاں علیہ الرحمہ نے فتویٰ دیا۔ کہ متولی کا اقدام صحیح ہے متولی مسجد صحیح العقیدہ

سنی حنفی ہیں اور مسجد کی عمارت میں امام باڑہ ختم کرنا شرعاً جائز ہے۔ یہ فتوی کرم خوردہ آپ کے پوتے اور میرے عم مکرم مرزا عبدالوحید بیگ کے پاس آخر وقت تک موجود تھا۔

مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مفتی محمد نقی علی خاں علیہ الرحمہ نے فتوی نویسی کی شروعات اپنی تعلیم وتربیت سے فراغت کے بعد تقریباً ۱۸۴۷ء میں فرمائی اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک یعنی ۱۲۹۷ھ ۱۸۸۰ء تک قریب ۳۳ سال اس کام کو انجام دیتے رہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء میں بعمر ۱۳ سال مسئلہ رضاعت سے فرمایا اور تا حیات یعنی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء تک ۵۲ سال یہ اہم ذمہ داری بے لوث انجام دیتے رہے۔

اعلیٰ حضرت کی کتاب تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین مرزا غلام قادر بیگ کے ایک سوال کی یادگار ہے۔ ملک العلما حضرت علامہ مفتی محمد ظفر الدین رضوی بہاری علیہ الرحمہ حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص/۹۱ میں ارشاد فرماتے ہیں:

میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم ومغفور کو دیکھا تھا۔ گورا چٹا رنگ، عمر تقریباً ۸۰ سال، داڑھی اور سر کے بال ایک ایک کر کے سفید، عمامہ باندھے رہتے، جب کبھی اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت وتکریم کے ساتھ پیش آتے۔ اعلیٰ حضرت ان کی بات بہت مانا کرتے، جب کوئی اہم کام سمجھا جاتا لوگ حضرت مرزا مرحوم کو سفارشی لاتے۔ ان کی سفارش کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ اعلیٰ حضرت ان کا بہت زیادہ خیال کرتے، اور وہ جو کچھ فرماتے ان کی فرمائش قبول فرماتے۔ بڑے صاحب تقویٰ اور اعلیٰ حضرت کے

فدائی اور جاں نثار تھے۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ مرزا غلام قادر بیگ اور مطیع اللہ بیگ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ ۱۳۰۵ھ میں مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ مولویوں نے پریشان کر دیا کہ حضور صرف رسول ہی ہیں سید المرسلین نہیں ہیں۔ تو مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ نے اعلی حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے التماس کی ان نادانوں کی تسلی وتشفی کے لیے قرآن واحادیث سے ثابت کریں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول بھی ہیں اور سید المرسلین بھی ہیں۔ تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کے جواب میں یہ کتاب لکھی تھی۔ جس میں اعلیٰ حضرت نے یہ ثابت کر دیا کہ حضور رسول بھی ہیں اور سید المرسلین بھی ہیں۔

واضح ہو کہ مرزا غلام قادر بیگ کے خاندان میں ایک صاحب وہابی ہو گئے جس کی وجہ سے سنی دنیا کے اڈیٹر مولانا شہاب الدین رضوی بریلوی نے اپنی کتاب تذکرہ غلام قادر بیگ میں یہ لکھ دیا کہ موجودہ وقت میں اس خاندان کا عجب حال ہے مجھے تعجب ہے

کہ ایک آدمی کے وہابی ہونے کی وجہ سے پورے خاندان کے بارے میں یہ کہنا اور لکھنا کہاں تک درست ہیں۔ اس کا فیصلہ میں علمائے دین پر چھوڑتا ہوں اور ویسے خود مولانا شہاب الدین رضوی بریلوی اور ان کی کتابوں کا کتنا عجب حال ہے ضرورت پڑی تو دلائل کے ساتھ بیان کروں گا بہر حال اس وقت اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے فتوی نویسی کا آغاز ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء میں فرمایا اور تا حین حیات یعنی ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء تک ۴۸ سال یہ خدمت انجام دیتے رہے تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند نے فتویٰ

نویسی کا آغاز ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء میں فرمایا اور تادم آخری یعنی ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۱ء تک ۷۱ سال یہ عظیم ذمہ داری انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد حضور تاج الشریعہ کا دور شروع ہوتا ہے آپ نے فتوئی نویسی کا آغاز ۱۹۶۷ء میں فرمایا اور اب تک یہ سلسلۂ زرین آج بھی جاری وساری رکھے ہوئے ہیں۔ گویا خاندان رضا میں فتوی نویسی کی یہ ایمان افروز روایات ایک سو تراسی (۱۸۳) سالوں سے مسلسل چلی آرہی ہیں۔

دنیا میں بہت کم خاندانوں کو یہ سرمدی سعادت نصیب ہوتی ہے کہ ایک ہی خاندان اور ایک ہی نسل میں مسلسل کئی صدیوں تک علم وفضل شہرت شرافت کا در یا موجیں لیتا رہے اور کئی نسلوں تک بھی اس کی کوئی کڑی ٹوٹنے نہ پائے یہ سعادت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے خاندان کو حاصل ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے ۱۹۸۲ء مرکزی دار الافتاء قائم فرمایا اس وقت دار الافتاء میں بانی مرکزی دار الافتاء فقیہ اعظم تاج الشریعہ کے علاوہ مفتی ناظم علی قادری بارہ بنکی مفتی حکیم محمد مظفر حسین قادری، مفتی محمد افضال رضوی، مفتی محمد کوثر علی رضوی، مفتی محمد مناف رضوی، مفتی محمد غلام مصطفےٰ رضوی جو ملک اور بیرون ملک کے آئے ہوئے سوالات کے جواب عطا فرماتے ہیں۔

آج پورے ایشیا میں بریلی شریف مرکزی دار الافتاء کے فتاوئی سند کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس میں بھی جو اہمیت ووقعت وعظمت حضور تاج الشریعہ کے تحریر کردہ فتاوی کو حاصل ہے۔ دنیائے سنیت کے بڑے بڑے مفتیان کرام کے فتاوی کو حاصل نہیں حتی کہ حضور تاج الشریعہ کی تصدیق جس فتوی پر ہو، اسے عوام تو عوام خواص بھی اہمیت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

اس لیے ہم نے مرکزی دار الافتاء کے بعض ان فتوں کو جمع کیا ہے جس میں حضور تاج الشریعہ کی تصدیق ہے اعلیٰ حضرت اور مرزا غلام قادر بیگ سے لیکر

حضور تاج الشریعہ اور راقم تک جو محبت کا سلسلہ جاری ہے اس کتاب کو اسی محبت کے سلسلے کی یادگار سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور میری قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کو مسلک اعلیٰ حضرت اور حضور تاج الشریعہ کی محبت عطا فرمائے۔ اور ساتھ ہی میں مرکزی دار الافتاء کے مفتی جناب محمد افضال رضوی صاحب اور جناب مفتی کوثر علی رضوی اور جناب مفتی مناف صاحب کا مشکور ہوں، کہ انہوں نے اپنے وہ فتوے مجھے عنایت کیے جس پر حضوور تاج الشریعہ کی تصدیق موجود ہے اور راقم الحروف مشکور ہے منظر اسلام کے استاد مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب رضوی بریلوی کا جنہوں نے اس کتاب کی تصحیح کے فرائض انجام دے کر میری ذمہ داری کو آسان کر دیا۔

اس کتاب کی تصحیح پر حتی المقدور گہری نظر رکھی گئی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی خامی رہ گئی ہو تو ارباب فکر ودانش اس کی نشان دہی فرمادیں غلطی کی تصحیح دوسرے اڈیشن میں کر دی جائے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس مجموعہ کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور غوث اعظم، اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضور مفتی اعظم ہند، اور پیر ومرشد حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی کے صدقے میں اس مجموعہ کو عوام وخواص نیز وجہ ہدایت ورہنمائی بنائے آمین ثم آمین۔

بحاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

معظم بیگ رضوی

بخار پورہ پرانا شہر بریلی شریف

۱۴۳۷ھ بمطابق ۲۰۱۵ء

(ا) صفات باری تعالیٰ سے متعلق اہل سنت کا عقیدہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

صفات باری تعالیٰ کے متعلق اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے؟ صفات باری تعالیٰ کو مخلوق کہنے والے پر کیا حکم ہے؟

السائل

محمد ذوالفقار

متعلم الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد

الجواب: اہلسنت کے اللہ عزوجل کی صفات کے تعلق سے یہ عقائد ہیں کہ

(ا) اس کی کسی صفت میں کوئی اسکا شریک نہیں کما قال اللہ تعالیٰ لا شریك له (پ۸، الانعام:۱۶۳) اور فرماتا ہے والھکم الہ واحد (پ۲ البقرہ، ۱۶۳) تفسیر روح البیان میں آیۃ کریمہ قل ھو اللہ احد کے تحت ہے الاحد اسم لمن لا یشارکه شئی فی ذاتہ کما ان الواحد اسم لمن لا یشارکه شیئی فی صفاته (ج ۱۰/ص ۵۳۶)

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے "سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون" ۳۰/۴۰ پاکی اور برتری ہے اسے انکے شرک سے (کنز الایمان)

المعتقد المنتقد میں ہے قد اجمع المسلمون علی کونه مخالفا لغیرہ علی الاطلاق فھو منزہ عن المثل ای المشارك فی تمام الماھیة (ص ۲۳) ان تمام نصوص سے معلوم ہوا کہ جیسے اسکی ذات شریک سے منزہ ہے ویسے ہی اسکی تمام صفات بھی شریک سے مبرا ہیں لھذا اب اگر اسکی صفات میں کوئی کسی کو شریک ٹھہرائے تو ضرور یہ اسکا افتراع اور

وہ کافر، مشرک ہوگا۔

(۲) اس کی صفات شبیہ نظیر مثیل سے پاک ہیں آیۃ کریمہ "قل هو الله احد" کے تحت حاشية الصاوی علی تفسير الجلالين میں ہے "و قوله احد" يدل على الصفات السلبية و هی القدرة والبقاء والغنیٰ المطلق والتنزه عن التشبيه والنظير والمثيل فی الذات والصفات والافعال انه مخالف للحوادث غير مماثل لشیء منها فی الذات و الصفات والافعال (ص ۳۴۷/ج ۴)

(۳) اس کے افعال کے ذریعہ سے اجمالا اس کی صفات کا علم ہوتا ہے پھر ان صفات سے معرفت ذات حاصل ہوتی ہے اس کو معرفت برھانیہ کہتے ہیں۔ المعتقد المنتقد میں ہے "قيل المعرفة علی الاربعة اقسام الحقيقة والعيانية والكشفية والبرهانية و هی ان يعلم بالدليل القطعی وجوده تعالیٰ وما يجب له وما يستحيل عليه" (ص ١٦)

(۴) اسکی صفتیں نہ اس کے ذات کی عین ہیں نہ غیر شرح عقائد نسفی میں فرمایا "و هی لا هو ولا غيره يعنی ان صفات الله تعالیٰ ليست عن الذات ولا غير الذات" (ص ٦٦)

(۵) اس کی ذات وصفات قدیم ازلی ابدی ذات وصفات کے سوا سب چیزیں حادث ونو پید ہیں۔ قال تعالیٰ "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ." زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا (کنز الایمان)

المعتقد المنتقد میں ہے "وبِالجملةِ فالذی نعتقده فی دين

اللہ تعالیٰ ان لہ عز و جل صفات ازلیۃ قدیمۃ قائمۃ بذالتہ عز و جل لوازم لنفسی ذاتہ تعالیٰ و مقتضیات لھا بحیث لا تقدیر للذات بدونھا۔ شرح عقائد میں ہے والعالم ای ما سوی اللہ تعالیٰ من الموجودات مما یعلم بہ الصانع یقال عالم الاجسام و عالم الاعتراض و عالم النباتات و عالم الحیوان الیٰ غیرہ ذالک فتخرج صفات اللہ تعالیٰ لانھا لیست غیر الذات کما انھا لیست عینھا بجمیع اجزائہ من السموات و ما فیھا و الارض وما علیھا محدث ای مخرج من العدم الی الوجود بمعنیٰ انہ کان معدوماً فوجد(ص ٤٤)

اسی میں ہے "صفۃ اللہ تعالیٰ ازلیۃ"

(٦) اس کی صفات نہ مخلوق ہیں نہ زیر قدرت داخل اس لئے کہ زیر قدرت ممکنات داخل ہوئے ہیں اور صفات باری تعالیٰ واجب ہیں کما ذکرت علیہ جزئیا انفا۔ واجب تحت قدرت داخل نہیں ہوتے قال فی جمیع الفرائد علی حاشیۃ شرح العقائد "لا یخرج عن علیہ شیءٌ مما یمکن ان یتعلق بہ العلم ولا یخرج عن قدرتہ شیءٌ من الامور الممکنۃ المقدرۃ (شرح عقائد ص ٦٣ / مطبوعہ مجلس برکات مبارکپور)

لہذا جو صفات باری تعالیٰ کو مخلوق کہے وہ گمراہ بد دین ہے کیونکہ مخلوق ممکنات میں سے ہے۔ المعتقد المنتقد میں ہے صفات اللہ تعالیٰ فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال انھا مخلوقۃ او محدثۃ او وقف فیھا بان لایحکم بانھا قدیمۃ او حادثۃ اوشک

فیھا او تردد فی ھذہ المسئلۃ و نحوھا فھو کافر باللہ تعالیٰ مگر احوط یہ ہے کہ جوصفات باری تعالیٰ کومخلوق کہے تو جس صفت کومخلوق کہے اگر وہ ضروریات دین میں سے ہےتو وہ کافر ورنہ گمراہ بددین ہوگا۔

عبارت مذکورہ فی المعتقد کے تحت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رقم طراز ہیں ھذا نص سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الفقہ الاکبر وقدتوا تر عن الصحابۃ الکرام و التابعین العظام والمجتھدین الاعلام علیھم الرضوان التام اکفار القائل بخلق الکلام کما نقلنا۔

"نصوص کثیر منھم فی سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح"وھم القدوۃ للفقہاء الکرام فی اکفار کل من انکر قطعیا ۔و المتکلمون خصوہ بالضروری وھو الاحوط

(المستند المعتمد ص۵۰) ایسا ہی بہارشریعت حصہ اول میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

محمد مناف رضوی مرکزی

خادم مرکزی دارالافتاء۸۲سوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

حکیم محمد مظفر حسین قادری

(۲)ذاکر نائک کی بکواس پر حکم شرعی

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین سوالات ذیل میں کہ

(۱) یہ کہ مشہور بنام اسلامی اسکالر ڈاکٹر ذاکر نائک نے اپنے خطاب میں یہ جملہ کہا کہ ''حضور مرچکے ہیں ان سے مانگنا حرام اور شرک ہے جب ان سے مانگنا حرام ہے تو ان چھوٹے چھوٹے باباؤں (ولیوں) سنتوں کی کیا حیثیت ہے'' ملخصا۔اسی دوران یہ بھی کہا کہ محمد رسول اللہ کو ماننا بھی حرام ہے۔

(۲) یہ کہ ڈاکٹر ذاکر نائک نے یہ بھی کہا کہ قرآن میں لفظ شفا ۲۵ر بار آیا ہے شفا کا مطلب وسیلہ اور آج کی تاریخ میں حضور کو بھی وسیلہ بنانا حرام ہے البتہ جب میدان محشر میں اللہ تعالیٰ انہیں اختیار دیں گے۔تب شفاعت کریں گے۔

(۳) یہ کہ ایک کلچرل ہے کہ ہمارے باپ دادا کبھی ہندو رہے ہوں گے وہ مندر میں جاتے تھے اور ہم مزار پہ جارہے ہیں لیکن مزار پہ جانا حرام ہے وہ مرگئے ہیں ہم ان کے لئے تو دعا کرسکتے ہیں کہ اے اللہ انہیں جنت دیدے رحمت دیدے وغیرہ وغیرہ لیکن ہم ان سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ ہمارے لئے دعا کردیں کہ ہمارا یہ کام ہوجائے وہ کام ہوجائے۔

(۴) یہ کہ ڈاکٹر ذاکر نائک کا یہ کہنا یزید امیرالمومنین تھے حق پر تھے اور یزید کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمۃ اللہ علیہ بھی کہنا۔اور یہ کہ معرکۂ کربلا کو سیاست واقتدار کی جنگ قرار دینا کس حد تک درست ہے۔

(۵) یہ کہ دیو بند کے علماء اربعہ مکفرہ مشہورہ کو مسلمان جانتا ہے اور ان کے نام کو تعظیم و توقیر سے لیتا ہے۔لہذا حضور والا سے گزارش یہ ہے کہ سوالات مذکورہ خمسہ کے جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں براہ کرم مرحمت فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی

عبد القادر الحسینی

صدر: انجمن تحفظ شریعت لکھنؤ

۷۸۶/الجواب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب: (۱) تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام خصوصاً حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات حقیقی ،جسمانی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں ۔اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں، سنتے دیکھتے، جانتے ہیں۔سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ مانگنے والوں کو عطا کرتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں تصرفات فرماتے ہیں حدیث میں ہے(ا)عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق" حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام کے جسموں کا کھانا حرام فرمادیا ہے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں (ابن ماجہ) (۲) عن اوس بن اوس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" حضرت

اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے" (ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، دارمی وغیرہا) (۳) عن انس بن مالك رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الانبياء احياء في قبورهم يصلون" حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں (خصائص) علامہ علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں "الانبياء في قبورهم احياء" انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور آگے تحریر فرماتے ہیں انه صلى الله عليه و سلم حي يرزق و يستمد منه المدد المطلق "بے شک حضور باحیات ہیں۔ انہیں روزی پیش کی جاتی ہے اور ان سے ہر قسم کی مدد طلب کی جاتی ہے (مرقاۃ) شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں پیغمبر خدا زندہ است بحقیقت حیات دنیاوی" خدائے تعالیٰ کے نبی دنیاوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور آگے تحریر فرماتے ہیں "حیاتِ انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست خیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہدا راست" انبیاء کرام کی حیات متفق علیہ ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ان کی زندگی جسمانی حقیقی دنیاوی ہے شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں (اشعۃ اللمعات) علامہ خفاجی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: الانبياء عليهم السلام احياء في قبورهم حياة حقيقة" انبیائے کرام علیہم السلام حقیقی زندگی کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہیں (نسیم

الریاض) علامہ شرنبلالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ومما ھو مقرر عند المحققین انہ صلی اللہ علیہ وسلم یرزق ممتع بجمیع الملاذ والعبادات غیر انہ حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات" یہ بات محققین کے نزدیک ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں آپ کو رزق پیش کیا جاتا ہے اور آپ تمام خواہشات و عبادات سے لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن جوان بلند مقامات تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر ہیں ان کی نگاہوں سے آپ پوشیدہ ہیں (نور الایضاح) اس کے حاشیہ میں نائک جی کے گروہ کے مولوی محمد اعزاز علی دیوبندی رقم طراز ہیں "قولہ (حجب) فمثلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد و فاتہ کمثل شمع فی حجرۃ اغلق بابھا فھو مستور عمن ھو خارج الحجرۃ و لکن نورہ کما کان بل ازید ولھذا حرم نکاح ازواجہ بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یجر احکام المیراث فیما ترکہ لانھما من احکام الموت۔ (حاشیہ نور الایضاح) احادیث مبارکہ اور اقوال ائمہ سے واضح ہو گیا کہ انبیائے کرام خصوصاً حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبروں میں دنیاوی حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہی عقیدہ حق ہے اس کا خلاف باطل و مردود ہے لہٰذا ذاکر نائک کا قول "حضور مر چکے ہیں" باطل و مردود ہے اور خلاف سلف وخلف ہے۔ ہاں یہ بولی اسماعیل دہلوی کی ہے۔

اپنے اس مردود قول کی رو سے ذاکر نائک اور اس کے ہم نواؤں کو اپنا کلمہ بھی بدل لینا چاہیئے کلمہ توحید میں "محمد رسول اللہ" ہے یعنی محمد اللہ کے

رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب ان کی رسالت باقی ہے تو یقیناً بلا شبہ ان کی ذات باقی وموجود ہے کیونکہ رسالت صفت ہے اور صفت کا وجود بغیر موصوف محال ہے۔ ''لان الصفات لاتوجد بدون الموصوف''

رہا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مانگنا تو قرآن مجید میں ہے'' و اما السائل فلا تنهر '' اور منگتا کو نہ جھڑکو حاشیہ الصاوی علی الجلالین میں ہے'' ووجدك عائلا فاغنى والمعنىٰ اغن عبادى واعطهم كما اغنيتك و اعطيتك'' اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا اور مطلب یہ ہے کہ اے محبوب میرے بندوں کو غنی کیجئے اور ان کو عطا کیجئے جیسا میں نے تم کو غنی کیا اور عطا کیا۔ اگر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مانگنا حرام و شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہرگز اس کا حکم نہ فرماتا۔ لہذا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مانگنا ہرگز حرام وشرک نہیں بلکہ عین ایمان ہے اور اس کا یہ کہنا کہ ''محمد رسول اللہ کو ماننا حرام ہے'' کفر ہے اور قائل ذاکر نائک کافر ہے اور یہ بولی بھی اسمٰعیل دہلوی کی ہے اس نے لکھا ہے ''اللہ کو مان اور کسی کو نہ مان''

(۲) الوسيلة هى ماتقرب به الى الغير جس کے ذریعہ کسی سے قرب حاصل کیا جائے اس کو وسیلہ کہتے ہیں (تعریفات) صحابۂ کرام بلکہ خود سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عقیدہ ہے کہ مقربین خدا کو وسیلہ بنانا جائز ہے حدیث میں ہے عن عثمان بن حنيف رضى الله عنه ان رجلا ضرير البصر اتى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال ادع الله ان يعافينى فقال ان شئت دعوت وان شئت صبرت فهو خير لك قال فادعه قال فامره ان يتوضا فيحسن وضوئه ويصلى

رکعتین ویدعو بھذا الدعاء اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی ھذہ فیقضیھا اللھم شفعه فیّ ففعل الرحل فقام و قد ابصر" حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے آنکھ والا کردے حضور نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے دعا کروں اور چاہو تو صبر کرلو کہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ عرض کیا کہ دعا فرمائیں۔ حضور نے انہیں حکم دیا کہ اچھا وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دعا کرو اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں جو نبی رحمت ہیں یا رسول اللہ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں اس حاجت میں تو وہ پوری ہو اے اللہ میرے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما تو وہ صحابی جب آپ کے حکم کے مطابق کر کے کھڑے ہوئے تو آنکھ والے ہو گئے تھے۔ (ترمذی، خصائص) اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عقیدہ ہے کہ مجھے اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا جائز اور باعث قبولیت دعا ہے اگر حرام ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے وسیلہ سید عا کرنے کے لئے ان نابینا صحابی کو ہرگز حکم نہ فرماتے۔

اور منصبِ شفاعت حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا گیا ایسا نہیں کہ قیامت کے دن انہیں اختیار ملے گا تب شفاعت

فرمائیں گے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اعطیت الشفاعة" اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا "واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات" اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ تفسیر خازن میں ہے "واستغفر لذنبك ای لذنوب اهل بيتك و للمؤمنين و المؤمنات یعنی من غير اهل بيته وهذا اكرام من الله عز و جل لهذه الامة حيث امر نبيه صلى الله عليه وسلم ان يستغفر لذنوبهم و الشفيع المجاب فيهم" شرح عقائد میں ہے "والشفاعة ثابتة للرسل والاخيار" مرتبۂ شفاعت حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے جب چاہیں ، جس کے لئے چاہیں شفاعت فرمائیں۔ ہاں قیامت کے دن شفاعت کبریٰ حضور کے خصائص سے ہے جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باب شفاعت وانہیں فرمائیں گے کسی کو مجال شفاعت نہ ہوگی بلکہ حقیقۃً جتنے شفاعت کرنے والے ہیں وہ حضور کے دربار میں شفاعت لائیں گے اور مخلوقات میں سے صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اللہ تعالیٰ کے حضور شفیع ہوں گے، بیشمار احادیث میں شفاعت کا صراحۃً ثبوت ہے "شفاعت لاهل الكبائر من امتى" میری امت کے بڑے گنہگاروں کے لئے میری شفاعت ہے۔ ہم گنہگاروں کے لئے ان کی شفاعت ہے منکر کے لئے نہیں دوسری حدیث میں اس کا صراحۃً ذکر ہے۔ "شفاعتی یوم القيامة حق فمن لم يومن بها لم يكن من اهلها" قیامت کے دن میری شفاعت حق ہے جو اس کو نہ مانے اس کا اہل نہیں ہوگا۔

(۳) مزارات صالحین وقبور مسلمین پر جانا جائز وسنت نبی خیر الانام ہے

حدیث میں ہے" عن عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها قالت كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كلما كان ليلتها من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يخرج من اخر الليل الى البقيع" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جس رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں قیام فرماتے تو رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر بقیع (مدینہ کا قبرستان) میں تشریف لے جاتے۔(مسلم، مشکوۃ) عن محمد بن نعمان رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من زار قبر ابويه او احدهما فى كل جمعة غفرله و كتب برا" ان احادیث سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک قبروں کی زیارت جائز ہے بلکہ جو شخص ہر جمعہ کو والدین کی قبروں کی زیارت کرے اس کے لئے مژدۂ مغفرت ہے۔اگر مزارات پر جانا حرام ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع شریف تشریف نہ لے جایا کرتے اور نہ ہی قبور والدین پر ہر جمعہ کو جانے والے بچوں کو مژدۂ مغفرت عطا فرماتے۔

اور اہل مزار کے متعلق نائک جی کا یہ کہنا کہ "ہم ان سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ ہمارے لئے دعا کر دیں کہ ہمارا یہ کام ہو جائے وہ کام ہو جائے "تو لیجئے نائک جی کے ہم مذہب سید احمد رائے بریلوی کے بھانجے و مرید و خلیفہ سید محمد علی جو شیخ نجدی کے گروہ کے آدمی تھے ان کے اقوال تو شیخ نجدی کے اتباع اور ڈاکٹر نائک پر حجت ہونگے وہ لکھتے ہیں: دریں منزل قریب نصف شب بوادی سرف کہ مزار فائض الانوار جناب میمونہ عليها و على بعلها الصلاة والسّلام من الله الملك العلام۔ رسیدیم از اتفاقات

عجیبہ آنکہ آں روز ہیچ طعام نخوردہ بودیم چوں از خواب آں وقت بیدار شوم از
غایت گرسنگی طاقتم طاق درویم در محاق بود بمطلب نان پیش ہر کس دویدم و
بمطلب نرسیدم بناچار برائے زیارت در حجرہ مقدسہ رفتم وپیش تربت شریفہ
گدایانہ ندا کردہ گفتم کہ ای جدہ امجدہ من مہمان شما ہستم چیزے خوردنی
عنایت فرماو مرا محروم از الطاف کریمانہ نور منما انگاہ سلام کردم و فاتحہ اخلاص
خواندہ ثوابش بروح پر فتوحش فرستادم انگاہ نشستہ سر بہ قبرش نہادہ بودم از
رزاق مطلق و دانائے برحق دو خوشہ انگور تازہ بدستم افتادہ طرفہ تر آنکہ آں
ایام سرما بود وہیچ جا انگور تازہ میسر نبود بحیرت افتادم و یکے ازاں ہر دو خوشہ
ہموں جا نشستہ تناول نمودہ از حجرہ بیروں شدم و یک یک از ہر یک را تقسیم
کردم (مخزن احمدی) آدھی رات کے قریب ہم وادی سرف میں پہنچے
جہاں ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار فائض الانوار ہے اللہ تعالیٰ
ان پر اور ان کے شوہر یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رحمتیں نازل
فرمائے۔ اتفاقاً اس دن ہمارے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا
جب میں سوکر اٹھا تو سخت بھوک لگی ہوئی تھی میری طاقت میں اضمحلال آ گیا
تھا اور چہرہ کملا گیا تھا۔ روٹی مانگنے کے لئے میں ہر کسی کے پاس گیا لیکن
مطلب کو نہ پہنچا آخر بے بس ہو کر سیدہ میمونہ رضی الہ عنہا کے مزار کی زیارت
کے لئے گیا اور باندازِ فقیرانہ صدا لگائی اور عرض گزار ہوا اے میری دادی
جان میں آپ کا مہمان ہوں کوئی چیز کھانے کی عنایت فرمائیں اور اپنے در
اور لطف و کرم سے محروم نہ فرمائیں۔ پھر میں نے سلام عرض کیا اور فاتحہ پڑھ
کر ان کی روح مبارک کو ثواب پہنچایا اور آپ کی قبر انور پر سر رکھ دیا۔ اللہ
تعالیٰ نے جو رازق مطلق ہے اور ہمارے احوال سے واقف ہے اس کی

طرف سے مجھ کو انگور کے دو تازہ خوشے ملے اور عجیب تربات یہ ہے کہ وہ ایام سرما تھے ان دنوں وہاں انگور کا ایک دانہ بھی نہیں ملتا تھا ان خوشوں میں سے کچھ میں نے وہیں کھائے اور باقی حجرہ سے باہر آ کر ایک ایک دانہ ہر ایک کو تقسیم کر دیا۔

غور کریں نائک جی! ان کا کہنا ہے کہ مزار پر جانا حرام اور ہم ان سے نہیں کہہ سکتے کہ آپ ہمارے لئے دعا کر دیں کہ ہمارا یہ کام ہو جائے وہ کام ہو جائے'' جب کہ ان کے گروہ کے پیر ہر طرف سے مایوس ہو گئے اور پیٹ بھرنے کو روٹی کہیں سے نہ ملی تو حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے کھانا مانگ رہے ہیں اور بے موسم انگور پا کر پیٹ بھر رہے ہیں۔

(۴) حدیث میں ہے ''قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اول من يبدل سنتى رجل من بنى امية يقال له يزيد'' رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری سنت کو سب سے پہلے بدلنے'' والا بنی امیہ کا ایک شخص یزید ہوگا (تاریخ الخلفاء) قال نوفل بن ابى الفرات كنت عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل يزيد فقال قال امير المؤمنين يزيد بن معاوية فقال تقول امير المؤمنين؟ و امر به فضرب عشرين سوطا۔ نوفل بن ابی فرات کہتے ہیں کہ میں ایک روز اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ یزید کا ذکر آ گیا ایک شخص نے یزید کو امیر المؤمنین یزید بن معاویہ کہا تو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے جلال میں کہا تو اسے امیر المؤمنین کہتا ہے پھر آپ نے حکم دیا کہ یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے اس شخص کو ۲۰ رکوڑے لگائے جائیں تو اس کو ۲۰ رکوڑے لگائے گئے۔ شرح عقائد کی

شرح نبراس میں ہے:"وسبه (معاوية) رجل عند خليفة الراشد عمر بن عبد العزيز فجلده وقال آخر امير المؤمنين يزيد فجلده "ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے سامنے برا بھلا کہا تو آپ نے اس کو کوڑے لگوائے اور دوسرے شخص نے یزید کو امیر المؤمنین کہا تو اس کے بھی کوڑے لگوائے۔

دھیان رہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خاندانِ امیہ کے ایک فرد تھے ان کے فضل وکمال، تقویٰ وطہارت کے بارے میں صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ان کو خلفائے راشدین میں شامل کیا جاتا ہے اور وہ پہلے مجدد تھے انہوں نے یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے کو کوڑے لگوائے اس واقعہ سے نائک جی سبق حاصل کریں اگر ان کے زمانے میں نائک جی ہوتے تو ان کو بھی کوڑے کھانے پڑتے۔ یزید پلید اگر حق پر ہوتا تو حضرت عمر بن عبد العزیز اس کو امیر المؤمنین کہنے والے کو کوڑے نہ لگواتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یزید پلید یقیناً فاسق وفاجر ظالم اور جری علی الکبائر تھا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اس کو کافر کہا اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کے لئے سکوت اختیار کیا نہ کافر کہا نہ مسلمان۔ لیکن اس کے فسق وفجور، ظلم و زیادتی پر سب کا اتفاق ہے اور اس کے فسق و فجور سے انکار اور اس کی حقانیت کا اقرار اور امام مظلوم پر الزام اہل سنت کے خلاف ہے۔ یزید پلید کو برحق اور اس کے پلید نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ یا رحمۃ اللہ علیہ" نہیں لگائے گا مگر ناصبی اہل بیت رسالت کا دشمن۔

"رضی اللہ عنہ" کا استعمال ان کے لئے ہے جن کے دلوں میں خشیت الٰہی ہو کما قال تعالیٰ رضی الله عنهم و رضوا عنه ذلك

لمن خشی ربہ" اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اس کے لئے ہے جو اس سے ڈرے۔ لہذا یہ مبارک جملہ متقین کے لئے ہے نہ کہ یزید پلید جیسے فاسق و فاجر اور خبیث و مردود کے لئے۔ جس نے ظلم کی حد کر دی۔ حرمین طیبین وخود خانہ کعبہ وروضۂ مبارکہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد نبوی شریف میں گھوڑے باندھے، ان کی لید و پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن تک مسجد نبوی شریف میں اذان ونماز نہ ہوئی۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ وحجاز مقدس میں ہزاروں صحابۂ کرام وتابعین عظام بے گناہ شہید کئے۔ خانۂ کعبہ پر پتھر پھینکے۔ غلاف شریف پھاڑا، جلایا۔ مدینہ منورہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر کے لئے حلال کر دیں۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ہی ذبح کیا۔ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے۔ سر انور بوسہ گاہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاٹ کر نیزے پر چڑھایا۔ حرم محترم قید کی گئیں اور ان کو بے حرمتی کیساتھ اس خبیث کے دربار میں لایا گیا اس سے بڑھ کر ظلم وزیادتی اور کیا ہوگی۔

یہ باتیں جو اوپر مذکور ہیں ان میں اکثر کا ارتکاب ضرور کفر ہے اور امام احمد ابن حنبل کا اسے کافر کہنا اس پر محمول ہے کہ ان کے نزدیک اس کا کفر پایۂ ثبوت کو پہنچا۔ نائک جو طائفہ وہابیہ کا ایک فرد ہے اور وہابی اپنے آپ کو حنبلی کہتے اور امام احمد کے معتقد بنتے ہیں اس کو اپنے طائفہ کے حنبلی ہونے کے اس دعوے کی لاج تو رکھنا چاہیئے تھی اور اگر دیوبندی ہے تو دیوبندی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں افسوس کہ نائک نے کسی کا بھرم نہ رکھا نہ نام کا حنبلی

ہوا نہ دیوبندں کی طرح نام کا حنفی۔

لہذا ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو ملعون اور فسق و فجور نہ جانے اور اس کو حق پر مانے اور اس کے پلید نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ یا رحمۃ اللہ علیہ لکھے اور کہے۔ معرکۂ کربلا سیاست و اقتدار کی جنگ نہیں بلکہ حق و باطل کا ہی معرکہ تھا۔

(۵) دیوبند کے علمائے اربعہ قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی بلا شک وشبہ اپنے اقوال کفریہ، ضالہ کے سبب یقیناً کافر و مرتد ہیں۔ جو شخص ان کے اقوال کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے اور ان کا نام تعظیم وتوقیر سے لے تو وہ انہیں کی طرح کافر و مرتد ہے علمائے حرمین شریفین نے ایسوں کے لئے متفقہ طور پر فرمایا "من شك فی کفره و عذابه فقد کفر" هذا من عندی و العلم بالحق عند الله تعالیٰ والله تعالیٰ اعلم۔ الاجوبة کلها صحیحة والله تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

محمد افضال رضوی

مرکزی دارالافتاء، ۸۲، سوداگران بریلی شریف

۱۹/ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ/۱۹/نومبر ۲۰۰۸ء

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

(۳) وہابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا کہنا ہے اگر کسی شخص نے وہابی کی نماز جنازہ پڑھی تو اس نے کفر کیا اس کے اوپر توبہ اور استغفار اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح فرض ہے اور بکر کا کہنا ہے کہ وہابی کی نماز جنازہ بغرض دنیوی فائدہ پڑھی تو کفر نہیں حرام ہے اور خالی توبہ فرض ہے تجدید ایمان تجدید نکاح فرض نہیں جب کہ نماز پڑھنے والا اس کی وہابیت سے واقف ہے زید اور بکر میں سے کون حق پر ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں مہربانی ہوگی۔

فقط

معظم بیگ رضوی

محلہ بخار پور اپرانا شہر بریلی شریف

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب:

کفر کا قصد کرنا بھی کفر ہے جب اس نے جان بوجھ کر وہابی مرتد کی نماز جنازہ پڑھی خواہ دنیاوی فائدہ کے لئے ہو اس پر بعد توبہ واستغفار تجدید ایمان واسلام اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے کہ اس نے دانستہ کفر کا ارتکاب کیا زید کا کہنا صحیح ودرست ہے اور بکر کا کہنا غلط وباطل ہے وہ اپنے قول سے رجوع کرے اور توبہ واستغفار کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

دنیوی طمع کی صورت میں بھی کفر صوری سے مفر نہیں لہذا توبہ وتجدید ایمان فرض ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں درمختار وغیرہ کے حوالے سے ہے:

مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح وأولادہ اولاد زنا و مافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار و التوبۃ و تجدید النکاح (ج۹ص۱۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم

صح الجواب: واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

کتبہ

محمد کوثر علی رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ ،سوداگران بریلی شریف

۲۶، شوال المکرم ۱۴۳۵ھج

(۴) وہابی کو وہابی جانتے ہوئے نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) مرتد مثلاً وہابی وغیرہ کی نماز جنازہ پڑھنا یا دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے (۲) جو پڑھے یا دعائے مغفرت کرے اسکے واسطے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے

المستفتی

محمد ناظم الدین

چک محمود پرانا شہر بریلی شریف یوپی

۲۲ رشوال المکرم ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:

(۱) جان بوجھ کر مرتد کی نماز جنازہ پڑھنا یا دعاء مغفرت کرنا کفر ہے مرتد کے نماز جنازہ کی حرمت پر نص قطعی ہے قال اللہ تبارك و تعالیٰ و لا تصل علی احد منهم مات ابداً و لا تقم علی قبره انهم کفروا باللہ و رسوله وماتوهم فاسقون۔ ترجمہ: اوران میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بیشک اللہ اوراس کے رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے (کنزالایمان)

ردالمحتار میں ہے فالدعاء به کفر لعدم جوازہ عقلا و لا و شرعاً و لتکذیبه النصوص القطعیة (ج اول ص ۵۳۳)

و فی الفتاویٰ الرضویه عن الحلیه نقلا عن القرافی و اقر الدعاء بالمغفرة للکافر کفر لطلبه تکذیب الله تعالیٰ فیما اخبربه (ج۴ص۵۳)

بہار شریعت میں ہے جو کسی کافر کے لئے اس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعاء کرے یا کسی مردہ مرتد کو مرحوم یا مغفور کہے وہ خود کافر ہے ،مرتد کافر اصلی نصرانی مجوسی وغیرہ سے بڑھ کر کافر ہے تو اس کے لئے دعاء مغفرت بدرجۂ اولیٰ کفر ہے۔

(۲)لہذا جو اس کے حق میں دعاء مغفرت کرے یا اس کی نماز جنازہ پڑھے تجدید ایمان وتجدید نکاح کرے،واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

محمد مناف رضوی

صح الجواب:فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری

مرکزی دار الافتاء۸۲سوداگران بریلی شریف۲۲شوال ھ

(۵) دعوت اسلامی اور سنی دعوت اسلامی مسلک اعلیٰ حضرت کی مبلغ نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دعوت اسلامی و سنی دعوت اسلامی کیسی تحریکیں ہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اب ان سے جڑنا درست ہے۔ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔
المستفتی: محمد عرفان رضا
جام نگر، گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب:

دعوت اسلامی والے مبلغ دین بن کر بہت سے کام خلاف دین کر رہے ہیں مثلاً تصویر کشی، ٹی۔وی۔کو جائز کرنا اور اس کا علانیہ ارتکاب کرنا اور کرانا جب کہ تصویر کی حرمت پر احادیث مبارکہ حد تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں، فتاویٰ رضویہ میں ہے: ’’احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں‘‘ اور آج تک ہر خاص تصویر کو حرام ہی جانتا ہے۔

ہاں جب حکومت ہند نے ہر ہندی پر مع تصویر اپنا شناختی کارڈ بنوانا لازمی قرار دیا تب جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے سیمینار میں ضرورت شدیدہ شرعیہ کے پیش نظر مفتیان عظام نے اس کے جواز کا حکم دیا تھا، اس سیمینار میں ملک کے مقتدر مفتیان کرام جلوہ افروز تھے اور بحیثیت فیصل وارث علوم اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ دام ظلہ بنفس نفیس جلوہ فرما تھے، اور جب آپ نے اس حکم پر دستخط ثبت فرما دیئے تب اس کو عام کیا گیا، مگر اب ان تحریکوں نے تصویر کشی کو عام کر دیا ہے۔

اسی طرح ’’ٹی۔وی‘‘ دیکھنا ماضی قریب میں ہر خاص و عام کے

نزدیک مذموم وممنوع تھا اور آج بھی ہر فکر سلیم رکھنے والا اس کو معیوب و گناہ ہی سمجھتا ہے، اور کچھ عرصہ قبل امیر دعوت اسلامی ''ٹی۔وی، وی۔سی آر'' کو دیکھنا حرام جانتے اور اس عمل بد کو اعمال خیر برباد ہونے کا سبب مانتے تھے، جیسا کہ ایک اپیل میں خود کہتے ہیں:

''ٹی۔وی، وی۔سی۔آر'' کو اپنے گھر سے نکال دو، یاد رکھو! مرنے کے بعد یہ نہ کہنا کہ کوئی ہمیں بتانے، سمجھانے والا نہیں ملا تھا، اے طرح طرح کے گناہوں میں رچے، بسے، رہنے والو! اگر گناہوں کے سبب ایمان برباد ہو گیا تو کیا کروگے؟ اللہ عز و جل سورۂ الزمر، آیت نمبر۔۵۴ میں ارشاد فرماتا ہے (وانیبوا الی ربکم و اسلموا لہ من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا تنصرون (ترجمہ) اور اپنے رب کی طرف رجوع لاؤ اور اس کے حضور گردن رکھو قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے، پھر تمہاری مدد نہ ہو۔ حیلے بہانے مت کیجئے، میٹھے میٹھے بھائیو! اب دیکھنا ہے کہ کون خوش نصیب ایسا ہے جو اس مصیبت کو گھر سے نکالتا ہے اور معاذ اللہ عز و جل کون بد نصیب ایسا ہے کہ ٹی۔وی۔ چھوڑ کر مرتا ہے اور اللہ عز و جل نہ کرے، اللہ عز و جل نہ کرے، اللہ عز و جل نہ کرے قبر میں پھنستا ہے، شاید آپ کو شیطان وسوسے ڈالے کہ معلوم نہیں دعوت اسلامی والے کہاں کہاں سے یہ واقعات اٹھا کر لاتے ہیں۔''

اور کبھی امیر صاحب نے ''مارو شیطان کو، مارو شیطان کو'' کہہ کر ٹی۔وی توڑے اور تڑوائے، پھر کچھ ہی دنوں میں اسی شیطان نے امیر دعوت اسلامی کو تبلیغ دین کا جھانسا دے کر اپنے چنگل میں ایسا پھنسایا کہ زندگی کا ہر لمحہ ٹی۔وی میں محو کر دیا، شہد دکھا کر زہر قاتل نس نس میں بھر دیا، شیطان کا یہی کمال ہے کہ مسلمان کو دین کے نام پر ہلاک کر دیتا ہے، سرکار اعلیٰ حضرت

علیہ الرحمہ فتاوئ رضویہ میں رقمطراز ہیں کہ ”شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے، نادان سمجھتا ہی نہیں، نیک کام کر رہا ہے“ حالانکہ وہ کام نیکی نہیں، گناہ ہوتا ہے، رضائے الٰہی کا سبب نہیں، غضب الٰہی کا باعث ہوتا ہے۔

اور نعوذ باللہ امیر دعوت اسلامی نے یہاں تک کہہ دیا کہ ”عدم جواز کا حکم ایک وقت تک تھا اور اب وہ حکم منسوخ ہو گیا ہے اور حکم جواز ناسخ ہے۔“ جب کہ یہ کھلی گمراہی و گمراہ گری ہے، جناب کو معلوم ہی نہیں کہ حکم نسخ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک ہی مخصوص تھا، حکم سابق کو منسوخ کرنے کے لئے وحی یا حدیث متواتر لازم ہے، الناسخ و المنسوخ میں ہے: لانسخ بعد و فات الرسول لان النسخ لا یکون الا بالوحی کتاب او سنة علی التحقیق“۔ مگر امیر صاحب اس سے نابلد ہیں، اور کیوں نہ ہوں، یہ کام تو علماء کا ہے اور ان کا مبلغ و معیار علم خود انہی کی زبان سے سنئے! مبلغ نے معلوم کیا، کیا آپ نے بھی کسی مدرسہ سے فراغت حاصل فرمائی ہے، جواب: ”میں عالم تو خیر نہیں ہوں، لیکن میں خود تو مدرسہ میں نہیں پڑھا ہوں، ایک دن بھی کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی“ تبھی تو شیطان کا مکمل شکار ہو گئے، اور ٹی۔ وی۔ کو اپنا اوڑھنا، بچھونا بنا لیا، اور اب نوبت بایں جا رسید کہ مساجد جو صرف عبادت کے لئے مخصوص ہیں، ان میں بھی ٹی۔ وی چلا کر ان کی حرمت کو پامال کیا جا رہا ہے، الامان والحفیظ، اور ابھی حال ہی میں جے پور، راجستھان میں ایک مبلغ نے تو حد ہی کر دی، بولا کہ: ”مدنی چینل دیکھنا باعث ثواب ہی نہیں بلکہ فرض عین ہے“۔ نعوذ باللہ! جب کہ دنیا جانتی ہے کہ ٹی۔ وی۔ وی۔ سی۔ آر۔ سنیما ہی کی شکل جدید ہے اور اس کی حرمت ایک اجماعی مسئلہ ہے جس کو مودودی کے علاوہ کسی نے بھی جائز نہیں کہا، فلم ”خانۂ خدا“ کے خلاف سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا

فتویٰ اس پر بطور سند کافی ہے اور اس وقت اس کا خلاف کسی نے نہیں کیا۔

اور اب حال یہ ہو گیا ہے اگر کوئی عالم دین، حکم شرع بیان کر دے، جو حکم ان کے خلاف ہو، تو یہ اس عالم دین کو مارنے، پیٹنے سے گریز نہیں کرتے، اور متعدد مقامات پر علمائے کرام کو حق بیانی کی بنا پر مارا بھی ہے، فتاویٰ رضویہ میں سرکار اعلیٰ حضرت رقم فرماتے ہیں: عالم دین سے بلا وجہ بغض رکھنے میں خوف کفر ہے، اگرچہ اہانت نہ کرے،، فتاویٰ خلاصہ وغیرہا میں ہے: من ابغض عالما بغیر وجه ظاهر خیف علیه الکفر'' جب عالم دین سے بلا وجہ صرف بغض رکھنے میں خوف کفر ہے، تو علمائے کرام کی توہین کرنے، مارنے، پیٹنے کا جو حکم ہے سب پر عیاں ہے۔

یہی حال سنی دعوت اسلامی کا بھی ہے، کہ وہ بھی ٹی۔وی اور تصویر کشی کی بلا میں گرفتار ہے، اس کے پروگراموں میں بھی ٹی۔وی اور تصویر کشی عام ہے، دونوں تحریکیں تبلیغ دین کے نام پر ٹی۔وی کی بلا میں گرفتار ہیں۔ جب کہ ٹی۔وی پر نشر دین، دین کو تماشا بنانا ہے، اور جو شخص دین کو تماشا و کھلواڑ بنائے اس سے دور رہنے کا حکم قرآن مجید میں ہے، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (وذر الذین اتخذوا دینهم لعبا و لهوا وغرتهم الحیوة الدنیا و ذکر به ان تبسل نفس بما کسبت) سورۂ انعام۔ ۷۰ (ترجمہ) اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنا لیا۔ اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا، اور قرآن سے نصیحت دو کہ کہیں کوئی جان اپنے کئے پر پکڑی نہ جائے۔

سنی دعوت اسلامی، دعوت اسلامی سے صرف اس بنا پر الگ ہوئی تھی کہ دعوت اسلامی کے دستور میں ہے کہ اس کے زیر اہتمام اہل سنت کے مخصوص اجلاس، عید میلاد النبی، جشن شب برأت وغیرہ نہیں ہوں گے۔ اور رد

وہابیت نہیں ہوگا اور یہ لوگ دیو بندیوں کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتے ہیں، جیسا کہ مشہور و معروف ہے، اور اب انہیں کی طرز پر چلتے ہوئے امیر سنی دعوت اسلامی خود ایک ایسے شخص سے جڑے ہوئے ہیں جو علماء کونسل کا بانی ہے جس میں وہابی، دیو بندی سب شامل ہیں، اور اسی شخص نے سنی دعوت اسلامی کے پروگرام میں یہ تک کہہ دیا کہ ''قبر میں مسلک نہ پوچھا جائیگا'' پھر بھی سنیت کا دم بھرنے والے امیر سنی دعوت اسلامی اس سے جڑے ہوئے ہیں، حالانکہ یہ حضور تاج الشریعہ دام ظلہ سے ناگپور میں بانی علماء کونسل چھوڑنے اور اس سے علیحدہ ہونے کا وعدہ کر چکے ہیں، اور ناگپور کے اجلاس میں اس کا اعلان بھی کر چکے ہیں، مگر امیر سنی دعوت اسلامی اب تک وعدہ وفا نہ کر پائے، اور شیطان نے وعدہ پورا نہ کرنے پر انہیں مصر کر دیا ہے، انہیں وجوہات کی بنا پر محتاط علماء ان سے الگ و نفور ہیں، اور فقیہ ابن فقیہ، استاذی و شیخی، قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ دام ظلہ و متعنا اللہ بطول حیاتہ نے انہیں کمیوں کی وجہ سے ارشاد فرمایا کہ ''دعوت اسلامی و سنی دعوت اسلامی مسلک اعلیٰ حضرت کی مبلغ نہیں'' لہذا تفصیل بالا سے ان کی حقیقت ظاہر اور ان سے جڑنا کیسا؟ ہر عاقل بلکہ ہر خاص و عام پر عیاں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

صح الجواب: واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

کتبہ

محمد افضال رضوی

مرکزی دار الافتاء، ۸۲ رسوداگران، بریلی شریف

۱۱ر صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

(۶) دعوت اسلامی کے مبلغ کی امامت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں

کہ دعوت اسلامی کے مبلغ کوامام بنانا کیسا ہے جب کہ وہ ٹی۔وی۔ویڈیو کو جائز کہتے ہیں جب کہ تاج الشریعہ نے ٹی۔وی۔ویڈیو کو حرام فرمایا ہےاور دیگر ذمہ دار اہل سنت والجماعت کے علمائے کرام نے تاج الشریعہ کے فتویٰ پر اتفاق فرمایا تو دعوتِ اسلامی کے مبلغ جوٹی۔وی ویڈیو کو جائز کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا؟

سائل: محمد معظم بیگ

بخار پورہ، پرانہ شہر بریلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب:

ٹی وی ویڈیو کو جائز سمجھنا کھلی گمراہی شیطان کی ہمراہی ہے اس کا دیکھنا دکھلانا ویڈیو بنانا بنوانا بنص شرعی مطلقاً حرام بدکام بدانجام ہے خواہ اس میں مذہبی پروگرام ہو یا غیر مذہبی اس کی حرمت پر احادیث کثیرہ شاہد ہیں جس کی تفصیل سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کے رسالۂ مبارکہ عطایا القدیر فی حکم التصویر میں ہے ان شئت فطالعہ۔فتاویٰ شامی میں ہے"اما فعل التصویر فھو غیر جائز مطلقاً لانہ مضاھاۃ الخلق اللہ تعالیٰ کما مر"۔اسی میں ہے"ظاھر کلام النووی فی شرح مسلم الاجماع علیٰ تحریم تصویر الحیوان و قال و سواء صنعہ لما یمتھن او لغیرہ فصنعتہ حرام بکل حال لان فیہ مضاھاۃ لخلق اللہ تعالیٰ"

(ج ا رص ۴۷۹) یعنی جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے اس لئے کہ وہ خلق الٰہی کی مشابہت ہے جیسا کہ گزرا۔اور امام نووی کے کلام کا ظاہر مفاد یہ ہے کہ ہر جاندار کی تصویر سازی کی حرمت پر اجماع ہے انہوں نے فرمایا کہ ذی روح کی تصویر مطلقاً حرام ہے خواہ اسے اہانت کے لئے بنائے یا کسی اور مقصد کے لئے بنائے لہذا جاندار کی تصویر بنانا بہر حال حرام ہے اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فعل خلق کی مشابہت ہے۔اس کو جائز سمجھ کر دیکھنا ویڈیو گرافی کرنا کروانا دہرا گناہ ہے ایک نا جائز کو جائز سمجھنے دوسرے اس فعل بد کو انجام دینے کا،شیطان کا سب سے بڑا دھوکا یہ ہے کہ کسی نا جائز کام کو نیکی کے پردہ میں کروائے ویڈیو کے ساتھ ٹی۔وی سے تبلیغ دین کرنا حقیقت میں تبلیغ دین نہیں کرنا ہے بلکہ دین کو تماشا بنانا ہے کیونکہ تبلیغ دین نام ہے احکام شرع کے نشر واشاعت کا صورت مذکورہ میں تو حکم شرع کی پائمالی کرنا اور کروانا ہے نعوذ باللہ من اھل الطغوی نیز اس تحریک سے جڑے بہت سے افراد دیدہ ودانستہ وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھتے اور ٹی۔وی ویڈیو کو جائز بھی کہتے ہیں اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں ”دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ہوگی ہی نہیں،فرض سر پر رہے گا،اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ“(فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۲۳۵) دوسری جگہ فرماتے ”ہیں جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۶،ص ۷۶)

لہذا صورت مسئولہ میں اگر مذکور مبلغ۔ٹی۔وی ویڈیو کو جائز کہتا ہے یا دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو اس کو امام بنانا نا جائز اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا

ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ

محمد مناف رضوی مرکزی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران رضانگر بریلی شریف

۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

صح الجواب: واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

الجواب صحیح : واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد عسجد رضا قادری غفرلہ القوی

صح الجواب: واللہ تعالیٰ اعلم

حکیم محمد مظفر حسین قادری

الجواب صحیح: واللہ تعالیٰ اعلم

محمد افضال رضوی

محمد کوثر علی رضوی

مرکزی دارالافتاء بریلی شریف۔

(۷) ”بٹ“ کھانا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حلال جانور کی بٹ کھانا کیسا ہے اور حضور تاج الشریعہ کا کیا فیصلہ ہے جلد سے جلد جواب عطا فرمائیں مہربانی ہوگی۔

سائل محمد معظم بیگ
بخار پورا پرانا شہر بریلی

الجواب: بٹ اوجھ کے اوپر کا گوشت ہے، بٹ اور نجاست کے درمیان ایک جھلی ہوتی جو اثرِ نجاست کو بٹ تک نہیں پہنچنے دیتی، لہذا بٹ کا کھانا جائز ہے، نوری کرن ۱۹۷۱ء میں حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی تصدیق کے ساتھ کھانے کے جواز کا فتویٰ موجود ہے، اور حضور تاج الشریعہ دام ظلہ کا بھی فتویٰ بٹ کھانے کے جواز پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
محمد افضال رضوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲، سوداگران بریلی شریف
۱۸ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

صح الجواب: واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ
واللہ تعالیٰ اعلم
صح الجواب: فقیر محمد عسجد رضا قادری غفرلہ
صح الجواب: محمد مظفر حسین قادری

واللہ تعالیٰ اعلم

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ:

کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام اہل سنت وجماعت

۔۔۔۔۔حلال جانور کی بٹ کھانے کا کیا حکم شرعی ہے۔ بینوا توجروا

فقیر حشمتی غفرلہ محلّہ نوشہرہ (ضلع گونڈہ) پن:۔۲۷۱۲۰۱

الجواب: بٹ کھانا بلا کسی ادنی کراہت کے جائز ہے بٹ اگرچہ معدے کے اوپر کا گوشت ہے مگر اس میں اور نجاست میں ایک موٹی جھلی جسکو ہمارے یہاں کی زبان میں جھروتا کہتے ہیں حائل ہوتی ہے یہ جھلی اتنی موٹی ہوتی ہے کہ اس کی چھنی بنتی ہے اس لئے بٹ معدے کے حکم میں نہیں اس لئے کہ کراہت کی علت نجاست کے ساتھ اتصال ہے اور وہ بٹ میں مرتفع ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

محمد شریف الحق امجدی دارالافتاء اشرفیہ مبارکپور ۲؍رجب ۱۳۹۹ھ

مہر

دارالافتاء اشرفیہ مبارکپور

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

۳ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماکول اللحم جانور کی اوجھڑی کھانے کو علماء نے مکروہ لکھا ہے۔ یہاں شہر بنارس میں کچھ لوگ بٹ کھاتے ہیں اور کچھ لوگ اسے مثل اوجھڑی مکروہ قرار دیتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ کہ بٹ کیا ہے؟ کیا یہ اوجھڑی کا حصہ ہے یا اس سے علیحدہ اور کوئی چیز اور بہر صورت اس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز ومکروہ تحریمی اور جو اس کے کھانے کو مکروہ وناجائز قرار دیتے ہیں وہ حق پر ہیں یا نہیں۔

کتب فقہ سے اس کا حکم شرعی واضح فرمائیں۔اور حضور تاج الشریعہ کی تائید وتوثیق بھی ہو تو بہتر ہو۔فقط

المستفتی:

وسیم احمد

محلہ جلالی پوری۔بنارس

الجواب۷۸۶:بعون الملك العزيز الوهاب :صورت مستفسرہ میں بٹ کا کھانا بلا کراہت جائز ہے حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دام ظلہ العالی کا موقف بھی یہی ہے کہ بٹ کا کھانا جائز ہے مزید تفصیل کے لئے مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب قبلہ کا فتوئی بٹ کے بابت جس پر حضور تاج الشریعہ کی تصدیق ہے ملاحظہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
محمد کوثر علی رضوی

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ
صح الجواب:۔ واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر محمد عسجد رضا قادری غفرلہ
صح الجواب:۔ واللہ تعالیٰ اعلم
حکیم مظفر حسین قادری

مرکزی دارالافتاء ۸۲/سوداگران
بریلی شریف ۱۳/صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

(۸) ''دَف'' پر نعت شریف پڑھنا کیسا ہے؟

الاستفتاء

جناب مفتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صاحب

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

آج کل مختلف نعت خواں اپنی نعتوں کے ساتھ خصوصاً عربی کلام کے ساتھ ذکر اللہ کرتے ہیں وہ اس طریقے سے کرتے ہیں کہ سننے والے کو یہ محسوس ہو کہ ڈھول بجارہے ہیں یعنی گمان ایسا کیا جاتا ہے کہ نعت کے ساتھ (معاذ اللہ عزوجل) میوزک بج رہا ہے تو کیا یہ پڑھنا اور اس کو سننا شرعاً جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو برائے مہربانی اس کی دلیل کے ساتھ وضاحت فرمادیجئے اور اگر ناجائز ہے تب بھی اس کی دلیل کے ساتھ وضاحت فرمادیجئے۔

سائل:

محمد انیس

پتہ: معلم مدرسہ رضویہ کراچی پاکستان

باسمہٖ تعالیٰ

الجواب بعون الملک الوہاب: قرآن شریف میں ہے واسفزز من استطاعت منھم بصوتك الی اخرہ (پ۱۵ع۶) یعنی اور ڈگا (ہٹا) دے ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے (کنز

الایمان) یعنی وسوسے ڈال کر اور معصیت کی طرف بلا کر۔ بعض علماء نے فرمایا کہ مراد اس سے گانے باجے لہو ولعب کی آوازیں ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف منہ سے نکلے وہ شیطانی آواز ہے (خزائن العرفان) اور حدیث شریف میں ہے عن ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم یقول عن الغناء ینبت النفاق فی القلب یعنی موسیقی دل میں نفاق پیدا کرتی ہے۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اپنی تصنیف "الکشف الشافیہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ وکل عاقل یعرف ان لاتخل عنی هذا الخصوص صورة الدبر من ای الدنشات صبغت بصبغها لعنه الحرمة حاصده قضعا۔ یعنی ہر عقل مند جانتا ہے کہ اس میں کسی خاص قسم کے آلہ سے آواز پیدا ہوگی وہ اس کے رنگ میں رنگ جائے گی (مشابہ ہو جائے گی) معلوم ہونا چاہیے کہ موسیقی شریعت میں ناجائز ہے یوں ہی ہر وہ طریقہ جس سے موسیقی پیدا ہوتی وہ بھی شرعاً ناجائز ہے صورت مسئولہ میں نعت شریف کے Back Ground (بیک گراؤنڈ) اس طریقے پر ذکر اللہ کی تکرار کرنا جس سے سننے والے کو موسیقی معلوم ہو یا موسیقی کے ساتھ مشابہت ہو جائز نہیں نعت خواں حضرات اور سامعین کو اس سے گریز کرنا چاہیے تاکہ نعت شریف اور ذکر اللہ کا تقدس برقرار رہے۔

مفتی عبد العزیز حنفی غفرلہ

دار الافتاء دار العلوم امجدیہ عالمگیری روڈ کراچی

۱۰/ جمادی الآخر ۱۴۲۳ھ ۲۰/ اگست ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے پاس ایک فتویٰ کراچی سے عزیزم محترم مولانا عبدالعزیز حنفی کا لکھا ہوا تصدیق کے لئے بھیجا گیا مصروفیات اور مسلسل سفر کی وجہ سے میں بروقت اس فتوے کی تصدیق کرنے سے قاصر رہا فتویٰ ایک کیسٹ سے متعلق ہے جس میں ذکر ہے کہ آواز اس طور پر سنائی دیتی ہے جیسے دف کے ساتھ ذکر ہو رہا ہو اور سوال میں بھی مرقوم ہے اور زبانی طور پر بھی معلوم ہوا کہ ذکر کرنے والوں نے دف کا استعمال نہ کیا بلکہ اپنے منہ سے وہ والیسی آواز نکالتے ہیں جو دف کے مشابہ معلوم ہوتی ہے یہ مسئلہ چونکہ قابل غور تھا اس لئے لوگوں سے کیسٹ منگوا کر سنا۔ واقعۃً وہ آواز مشابہ دف معلوم ہوتی ہے۔

دف آلات لہو ولعب میں سے ہے جس کا استعمال اغلب احوال میں لہو ولعب کے لئے ہوتا ہے لہذا دف کے استعمال کی شرعاً اجازت نہیں۔ دف بغیر جلاجل کی اباحت بعض احادیث سے مثلاً اعلنوا ھذا النکاح و اضربوا علیہ بالدفوف وغیرہ سے معلوم ہوتی ہے لیکن اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ اذا اجتمع الحلال و الحرام رجع الحرام بنابریں ترجیح جانب حرمت کو ہے جس کی مؤید سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المدرار کی احادیث شریفہ مثلاً امرت بمحق المعازف بعثنی ربی عز و جل بمحق المعازف وغیرہما ہیں قطع نظر اس کے کہ حدیث مذکور اعلنوا ھذا النکاح میں اجازت استعمال دف کی بغرض اعلان مفہوم ہوتی ہے یہی لیا جائے کہ بعض احوال میں ملاہی کی اجازت ہے مگر اس زمانے میں جب کہ لوگ تصحیح نیت سے قاصر اور احکام شرع سے غافل لہو ولعب میں منہمک

ہیں بسبیل اطلاق منع ہیں کما افادہ الامام جدی الھمام الشیخ احمد رضا قدس سرہ فی رسالتہ المبارکۃ ھادی الناس فی رسوم الاعراس ''قال فی الدر المختار بعد حکمیۃ عن امامنا ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلت المسئلۃ علی ان الملاھی کلھا حرام۔یہ تو دف وغیرہ آلات لہو کے بارے میں تھا جو آواز ان آلات لہو کے مشابہ کسی طرح سے پیدا کی جائے اس کا بھی وہی حکم ہے جو ان کے آلات لہو سے نکلنے والی آوازوں کا ہے۔

اس کی نظیر گراموفون وغیرہ آلات سے نکلنے والی ان آوازوں کا حکم ہے جو قطعاً ان آلات لہو سے نکلنے والی آوازیں تو نہیں لیکن بلاشبہ یہ آوازیں ان آلات لہو کے آوازوں کی کاپیاں ہیں۔لہذا گراموفون وغیرہ میں ان ملاہی کی آوازیں بھرنا اور انہیں سننا اسی طرح حرام ہے جس طرح ان ملاہی کا استعمال سننے سنانے کے لئے حرام ہے۔سیٹی ایک مخصوص آواز نکالنے کا آلہ ہے اس جیسی آواز اگر منہ سے نکالی جائے تو یہ بالعموم طریقہ فساق ہے،اور ناجائز ہے لہذا ان مندرجہ بالا امور سے روشن ہے کہ دف جیسی آواز نکالنا اگر چہ بغیر استعمال دف ہو،ناجائز ہے اور اگر یہ قصداً ہے تو یہ تلہی ہے جو مطلقاً حرام ہے۔اور اگر ایسی آواز منہ سے بلا قصد نکلتی ہے تو وہ صورۃً لہو کے مشابہ ہے لہذا اس سے بھی گریز چاہئے خصوصاً ذکر و نعت میں اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ قصد لہو اور صورت لہو دونوں سے پرہیز کیا جائے دف کے استعمال کی رخصت نظر بہ بعض احادیث سے اگر ثابت بھی ہے تو ان اشعار میں ہے جن کا تعلق ذکر و نعت سے نہیں اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے حضور کی خدمت میں جب ایک گانے والی نے دف بجایا اور منجملہ اشعار کے یہ مصرعہ پڑھا

وفینا نبی یعلم ما فی غد

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دعی ھذہ و قولی بالذی ما کنت تقولین یہ رہنے دو اور جو پڑھ رہی تھیں وہی پڑھتی رہو کہ صورت لہو پر نعت شریف شایان شان نہ تھا اب حکم مسئلہ صاف ہو گیا اور وہ یہ کہ ایسی آواز جو دف وغیرہ کے مشابہ ہو منہ سے نکالنا جائز نہیں کہ طریقۂ فساق ہے اور ذکر وغیرہ میں اشد ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

قالہ بفمہ وامر برقمہ
فقیر محمد اختر رضا ازہری قادری غفرلہ
النزیل بجرہ من اعمال فیض آباد

ایسی آوازیں منہ سے نکالنا جن سے موسیقی کا دھوکہ ہو یا لوگ اسے موسیقی سمجھ کر موسیقی کا لطف اٹھائیں لہو ولعب میں شامل ہے اور ہر لعب حرام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم تحسین رضا غفرلہ
شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف

نعت ومنقبت اور قصیدہ خوانی میں دف بجانا سوء ادب اور مکروہ و ممنوع ہے اسی طرح ایسی آواز منہ سے بنانا اور نکالنا جس سے محسوس ہو کہ دف یا دیگر آلات موسیقی بجائے جارہے ہیں ممنوع و ناروا اور بے ادبی ہے ،لہو ولعب کی آوازیں منہ سے نکالنا عموماً فاسقوں کا طریقہ ہے جس سے اجتناب۔ وغنا و آوازِ مزامیر و بہ اندازِ مزامیر ناجائز ہے نعت شریف میں اور

خاص اسم جلالت کے ساتھ انداز صوت مزامیر اختیار کرنے میں نوع اہانت بھی ہے اس لئے اس کا عدم جواز شدید ہے اگرچہ نیت خیر ہو۔ فالجواب صحیح و ہوتعالیٰ اعلم۔

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

دف کی آواز منہ یا کسی اور طریقہ سے بالقصد بنانا بھی مردوں کے لئے مطلقاً مکروہ ہے، ذکر ونعت شریف میں اس کی کراہت اور اشد ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

قاضی شہید عالم رضوی

جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف

احتراز لازمی ہے خصوصاً اسم جلالت، اسم رسالت یا کلمہ شریف کا ذکر اس طرح کرنا کہ آلۂ موسیقی بجائے جانے کا شبہ ہو سخت ممنوع و ناجائز ہے وہوتعالیٰ اعلم۔

ازیں قبل میں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا تھا اس وقت یہ مسئلہ مجھ پر واضح نہیں تھا اب میں اس جواب سے رجوع کرتا ہوں رب تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں معاف فرمائے اور فتویٰ نویسی میں خطاء ولغزش سے محفوظ و مامون رکھے آمین!

محمد ایوب مظہر

دار العلوم وارثیہ، گومتی نگر، لکھنؤ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم قاضی محمد عبد الرحیم غفرلہ القوی

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم خواجہ مظفر حسین

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم محمد ناظم علی بارہ بنکوی
الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم محمد مظفر حسین قادری رضوی
الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم محمد کمال، دارالعلوم نورالحق چرہ محمد پور، فیض آباد
الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم محمد یونس رضا الاویسی الرضوی غفرلہ خادم التدریس
والافتاء جامعۃ الرضا و مرکزی دارالافتاء

هذا حكم العالم المطاع و ما علينا الا الاتباع

محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی غفرلہ القوی
مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

(۹)اعلیٰ حضرت کی نماز جنازہ حجۃ الاسلام نے پڑھائی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور پرنور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی صاحب علیہ الرحمہ (صاحب بہار شریعت) نے پڑھائی کیونکہ وہ ادعیہ جو وصیت میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ذکر کی تھیں وہ دعائیں حضور حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا خاں قدس سرہ العزیز کو یاد نہیں تھیں کیا یہ صحیح ہے جو لوگ ایسا کہتے اور لکھتے ہیں کیا وہ حق پر ہیں اور ان کا کہنا کہاں تک درست ہے؟ تواریخ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی:
محمد کوثر علی رضوی
امام مسجد گھیر فتح محمد خاں شہامت گنج بریلی شریف

۸۶/۷/الجواب: سید نا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی نماز جنازہ خلف اکبر قدوۃ الانام حجۃ الاسلام مولانا الشاہ مفتی محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ نے پڑھائی حضرت ملک العلماء ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے حیات اعلیٰ حضرت میں اخبار دبدبۂ سکندری ،اخبار ذو القرنین بدایوں کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ حضور حجۃ الاسلام نے نماز جنازہ پڑھائی بعد نماز ظہر حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی محمد حامد رضا خاں

صاحب قبلہ دامت برکاتہم نے بعد تلقین ترکیب نماز جنازہ اور تکبیر سوم کے بعد وہ ادعیہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتاویٰ مبارکہ میں تحریر فرمائیں اور معمولہ حضور اقدس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھیں حسب وصیت پڑھیں۔الخ اور جب فدوی جامعہ نوریہ میں تدریسی خدمات پر مامور تھا تو انہیں دنوں ایک پوسٹ کارڈ پر چند سوالات آئے،(۱)اعلیٰ حضرت کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی(۲)ان کی نماز جنازہ کس جگہ پر ہوئی؟صدر العلماء استاذی مفتی تحسین رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے فدوی سے جواب املا کرایا کہ حضور حجۃ الاسلام نے نماز جنازہ پڑھائی اور نماز جنازہ عیدگاہ باقر گنج میں ہوئی تھی۔

بقیۃ السلف صوفیٔ ملت حضرت علامہ مولانا حبیب رضا خاں صاحب نے بارہا فرمایا کہ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے پڑھائی خطبۂ حجۃ الاسلام میں ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی نے بھی تحریر کیا ہے کہ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔قدوۃ الانام حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خاں صاحب امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہما الرحمہ کے علوم کے وارث و جانشین تھے،آپ کے تبحر علمی،خداداد صلاحیت کے معترف علماء عرب بھی ہیں دوسرے حج و زیارت کے موقع پر حضرت شیخ سید حسن دباغ اور سید محمد مالکی ترکی نے اس طرح اعتراف کیا۔ہم نے ہندوستان کے اکناف و اطراف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح و بلیغ دوسرا نہیں دیکھا جسے عربی زبان میں اتنا عبور حاصل ہو،حضور اعلیٰ حضرت کی عربی زبان کی کتب ''الدولۃ المکیۃ'' اور ''کفل الفقیہ الفاہم'' کی طباعت کے وقت

اعلیٰ حضرت کے حکم پر اسی وقت عربی زبان میں تمہیدات تحریر کر دیں جنہیں دیکھ کر اعلیٰ حضرت بہت خوش ہوئے، خوب سراہا اور دعائیں دیں۔

لہذا جانشین اعلیٰ حضرت قدوۃ الانام حجۃ الاسلام مولانا الشاہ مفتی محمد حامد رضا خاں کے لئے یہ کہنا کہ ادعیہ یاد نہیں تھیں غلط ہے اور اس کے لکھنے اور کہنے والے غلط روش پر ہیں وہ لوگ اس سے باز آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

حکیم محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دار الافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف

۱۳/رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

جواب صحیح ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ حضور حجۃ الاسلام ہی نے پڑھائی وصایا شریف جو پہلے چھپی تھی اس میں میرے خسر گرامی حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی جانب سے یہ نوٹ لگا ہوا تھا جس میں درج تھا کہ حجۃ الاسلام نے وہ ادعیہ یاد کر لی تھیں اور نماز جنازہ انہوں نے ہی پڑھائی اب بعد کے ایڈیشنوں میں یہ نوٹ کیسے حذف ہو گیا اور خدا جانے کس نے حذف کیا۔ بہر حال اس کے بر خلاف جو کچھ کہا جا رہا ہے غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

صح الجواب: واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی

الجواب صحیح: واللہ تعالیٰ اعلم

محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی

(۱۰) ٹی، وی چینل پر اسلامی پروگرام دیکھنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ
(۱) ٹی وی چینل میں اسلامک پروگرام دیکھنا جائز ہے یا ناجائز کچھ حضرات اسلامک پروگرام کو جائز کہتے ہیں اور دیکھنے دکھانے پر زور دیتے ہیں ان کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟
(۲) سی۔ڈی۔ موودی جس میں پکچر آتا ہے اور نہ تو تقریر یا قوالی وغیرہ اس سے سنائی دیتا ہے اسے دیکھنا جائز ہے یا ناجائز؟
(۳) سی۔ڈی۔ میں علماء مشائخ کی تصویر قید کر کے اسے دکھانا دیکھنا جائز ہے یا ناجائز
(نوٹ) اس فتوی پر حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی تصدیق ضروری ہے

المستفتی
محمد عمران رضا
دھنیا دجھارکھنڈ

الجواب بعون الملك عزيز الوهاب: ٹی وی چینل میں اسلامک پروگرام ہو یا غیر اسلامک دیکھنا دکھانا ناجائز وگناہ ہیں کہ اس میں جاندار کی تصویر چھپتی اور دکھائی دیتی ہے اور جاندار کی تصویر کی بابت حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا بنوانا اور اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرنے اور مٹانے کا حکم دیا۔ احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں۔

اور جس طرح تصویر بنانا بنوانا ناجائز و گناہ ہے، اسی طرح تصویر دیکھنا، دکھانا ناجائز و گناہ ہے، بلکہ تصویر کے دوسرے وجوہ استعمال بھی ناجائز ہیں۔ ٹی وی اور مووی میں جو تصویر بنائی جاتی ہیں وہ ان میں دل چسپی رکھنے والوں کے لئے ہی بنائی جاتی ہیں، اگر یہ نہ دیکھیں اور ٹی وی ویڈیو کا استعمال نہ کریں تو ان تصویروں کو کوئی دو کوڑی کو نہیں پوچھے گا اور نہ کوئی ان کو بنانے کی جرأت کرے گا، اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ دینی پروگرام ٹی وی اور ویڈیو پر جائز ہیں یہ محض شیطان کا ایک دھوکہ ہے اور شیطان کا ایک حیلہ ہے، کہ اس حیلے سے اس نے لوگوں کو ایک فعل حرام میں مبتلا کر دیا ہے، اس سے بڑھ کر ایک خرابی شیطان نے یہ ڈالی کہ حرام کو پہلے لوگ حرام سمجھتے تھے اب جائز سمجھنے لگے ہیں، حضور مفتی اعظم ہند کے زمانے میں ایک فلم ''خانہ خدا'' نکلی تھی اس میں حج وغیرہ کا پروگرام دکھایا جاتا تھا اس بارے میں حضور مفتی اعظم ہند نے ارشاد فرمایا، دین کو تماشا بنانا جائز نہیں۔ اور اب جو لوگ اس قسم کا فتوی دے رہے ہیں کہ تصویر دیکھنا اور ہے اور تصویر بنانا اور ہے، بنانا حرام ہے اور دیکھنا جائز ہی نہیں بلکہ نہایت ہی مستحسن ہے۔ ان کے قول اور فتوی میں تناقض ہے، اور ان کا یہ فتوی حضور سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے متصادم ہے اور کھلے طور پر دین کو تماشا بنانا ہے، اس کی اجازت نہ اعلیٰ حضرت نے دی اور نہ ہی حضور مفتی اعظم ہند نے بلکہ آج بھی ہمارے اکابر علماء اہل سنت ٹی وی اور مووی کو دیکھنے پر ناجائز و حرام کا حکم دیتے ہیں، اور ٹی وی کے جو مضر اثرات ہیں اس سے لوگوں کو آگاہ کراتے ہیں۔ لہذا صورت مستفسرہ میں ٹی وی چینل میں کوئی پروگرام ہو، اس پر ذی

روح کی تصویر دیکھنا دکھلانا مثل سنیما حرام بد انجام بلکہ سنیما سے زیادہ خرابیوں پر مشتمل کام ہیں کہ یہ ایک قسم کی تصویر کشی اور صورت گری ہے۔ اس کی شریعت محمدی میں ہرگز اجازت نہیں اور اس میں علت حرمت یعنی مضاہاۃ خلق اللہ۔ بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں، اس لئے یہ تصاویر جانداروں کی طرح چلتی پھرتی کلام کرتی نظر آتی ہیں اور رائی ان کو جاندار ہی تصور کرتا ہے (چاہے حقیقۃً ایسا نہ ہو) جب ساکت اور غیر متحرک تصاویر مضاہاۃ خلق اللہ کی وجہ سے حرام ہیں، تو یہ تصاویر بدرجہ اولیٰ دائرہ حرمت میں داخل ہیں۔ اور جو لوگ اس کو جائز کہتے اور دیکھنے دکھانے پر زور دیتے ہیں، وہ غلط روش پر ہیں، اس سے باز آئیں اور اپنے قول سے رجوع کر کے توبہ و استغفار کریں واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) سی ڈی اور مووی جس میں پکچر آتا ہے اس کا بھی وہی حکم ہے جو جواب اول میں مذکور مسطور ہوا، یعنی سی ڈی اور مووی میں پکچر دیکھنا ناجائز و حرام ہے، ہاں اسکرین بند کر کے صرف نعت و تقریر سنے تو یہ جائز ہے۔ اور قوالی سننا ناجائز و ممنوع ہے کہ اس میں مزامیر کی آواز ہوتی ہے اور مزامیر کی آواز حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) سی ڈی میں علماء کرام و مشائخ عظام و دیگر لوگوں کی تصاویر قید کر کے دیکھنا دکھانا یہ بھی ناجائز و گناہ ہیں کہ جانداروں کی تصویر بنانا و بنوانا خواہ کیمرہ کے ذریعہ سی ڈی میں قید کرے یا کسی طریقہ سے بنائی جائے اور محفوظ کرے اگر نتیجہ میں تصویر وجود میں آئی تو وہ فعل ضرور حرام ہوگا اور یہ کھینچنا بہ نص شرعی حرام ہے اور اس کی حرمت پر احادیث کثیرہ شاہد ہیں مزید تفصیل

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے رسالہ مبارکہ عطایا القدیر فی حکم التصویر اور قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دام ظلہ العالی کے رسالہ بنام ”ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن میں ملاحظہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد کوثر علی رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

۱۹ر شعبان المعظم ۱۴۳۰ء

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

صح الجواب: ٹی وی پر ذی روح کی تصاویر کی نمائش ضرور حرام ہے ان تصاویر کو دیکھنا بدکام بدانجام ہے اور اس کو دیکھنے والے ضرور اس وعید شدید کے تحت آتے ہیں جو سرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ والسلام نے تصویر سازوں کے حق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائی وہ حدیث جامع صحیح بخاری میں ہے اور اگر تصویر علماء ومشائخ کی ہو تو اس کا دیکھنا دکھانا عام تصویر سے زیادہ حرام بدکام بدانجام ہے۔ یونہی دینی جلسوں کو فلمانا اور ٹی وی ویڈیو پر اس کی نمائش کرنا عام تماشوں سے زیادہ بد اور ممنوع اشد ہے تو یہ دین کو تماشہ بنانا ہے اور دین کو تماشہ بنانا حرام بدکام بدانجام ہے۔

سنیما جدید ترین شکل ہے ماضی قریب میں سنیما کو ہر خاص وعام برا سمجھتا تھا اور آج بھی فکر سلیم رکھنے والے لوگوں کے نزدیک سنیما سخت مذموم ہے اگرچہ اسے اب کوئی دوسرا نام دیا جائے، نام بدلنے سے حقیقت نہیں

بدل جاتی ،تو سنیما سنیما ہی رہے گا اور تماشہ تماشہ ہی رہے گا اور کوئی تماشہ اسلامی کہنے سے اسلامی نہ ہو جائے گا بلکہ تماشہ کو اسلامی پروگرام جاننے ماننے سے اجماع مسلمین کی مخالفت اور سنیما کے جواز میں مودودی کی موافقت کا الزام اوڑھنا ہوگا ماضی قریب میں مودودی کے سوا کسی نے سنیما کو جائز نہ جانا اور اس کی حرمت پر تمام علماء کا اتفاق رہا جس پر مفتی اعظم ہند کا وہ فتوی جس کا ذکر جواب میں ہوا سند ہے اس فتوے پر اس دور کے تمام علماء کا اطباق واتفاق اس اجماع قدیم کے ساتھ منضم ہے جو تصویر ذی روح اور اس کی نمائش اور تماشے کی حرمت پر مستمر ہے اور مسلمانوں میں چلا آرہا ہے یہ اجماعی مسئلہ کسی کے خلاف سے خلافی نہ ہو جائے گا بلکہ اختلاف مخالف خود رد ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ
(قاضی القضاۃ فی الہند)
مرکزی دارالافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف
۲۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ
فقیر محمد اختر رضا قادری غفرلہ

(۱۱) قربانی کا حکم

سوال: قربانی کے بڑے جانور مثلاً گائے کو چھ شخصوں نے برابر روپے لگا کر خریدا ہر ایک نے حصہ اپنے نام سے اور ساتواں حصہ سب نے مل کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی بزرگ یا دوسری کسی میت کے نام سے قربانی کی تو یہ درست ہے یا نہیں؟

زید کا کہنا ہے کہ قربانی درست نہیں جب کہ عمرو کا کہنا ہے کہ قربانی درست ہے زید کہتا ہے کہ قربانی عبادت مالیہ ہے۔ قال تعالیٰ فصل لربك و انحر۔ اور قربانی میں قربت شرط ہے یعنی چھوٹے جانور کی قربانی ایک شخص تنہا کرے گا اور بڑے جانور میں زیادہ سے زیادہ سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ کسی کا حصہ ساتویں سے کم نہ ہو۔ اگر کسی نے آدھا یا پون حصہ لیا تو کسی کی قربانی نہ ہوگی۔ اور میت کی جانب سے قربانی کا واقع ہونا استحساناً جائز ہے۔ جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے، نیز زید کہتا ہے کہ ذابح کے حصہ میں عدم تجزی شرط ہے مذبوح عنہ کے حصہ کا اعتبار نہیں ہے۔

عرض: میت کی جانب سے قربانی کرنے کی دو صورتیں ہیں (۱) وصیت کے مطابق (۲) تبرعاً ثواب پہنچانے کے لئے۔ تبرعاً کے متعلق فتاویٰ شامی میں ہے: وان تبرع بھا عنہ لہ الاکل لانہ یقع علی ملك الذابح والثواب للمیت و لھذا لو کان علی الذابح واحدۃ عنہ اضحیته (رد المحتار کتاب الاضحیة)۔ فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

سوال: کیا ایک قربانی تین آدمی کے نام سے جو مر گئے ہیں جائز ہے؟

جواب: قربانی اللہ تعالیٰ کے لئے کی، ثواب تین کو کیا تمام امت مرحومہ کو پہنچا

سکتے ہیں، ہاں اگر میت نے وصیت کی ہے تو ہر ایک کے لئے الگ الگ قربانی ضروری ہے۔

عرض سائل: ہمارے دار الافتاء سے قربانی کے جواز کا ہی فتویٰ دیا جاتا ہے اور اس علاقہ کے لوگوں کا عمل بھی جاری ہے شامی اور فتاویٰ رضویہ کی مذکورہ بالا عبارت کی وضاحت فرمادیں تاکہ ذابح اور مذبوح عنہ کے درمیان کا شبہ زائل ہو جائے۔ فقط والسلام مع الاحترام

عبدالستار خادم: جامعہ قادریہ مقصود پور اورائی مظفر پور، بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب: عمرو کا قول درست ہے صورت مسئولہ میں قربانی درست ہے، تمام بلاد وامصار میں مسلمانوں کا بلانکیر یہ عمل چلا آرہا ہے کہ بڑے جانور کو چند لوگ پانچ یا چھ مل کر خریدتے ہیں اور ایک حصہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رکھتے ہیں جسے سرکاری حصہ عرف عام میں کہا جاتا ہے، ہمارے یہاں بھی حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کے زمانے سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ بڑے جانور کی قربانی میں سرکاری حصہ ہوتا ہے، حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ نے کبھی اس قربانی کو ناجائز نہ فرمایا، ان کے گھر میں اور ان کے خاندان میں اور اعزہ واقارب ومتوسلین میں اس طرز پر قربانی معمول ومتوارث رہی اور آج بھی یہ تعامل جاری ہے اور تعامل مسلمین حجت ہے نیز تصحیح فعل مسلم بقدر امکان واجب ہے، اسی مسئلہ دائرہ کو دیکھئے جس میں چھ شرکا ہیں قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ قربانی صحیح نہ ہو لیکن تصحیح فعل مسلم کے لئے استحساناً اس کی صحت کا حکم علما دیتے ہیں،

بدائع، شامی اور تبیین میں ہے: و اللفظ للتبیین:

لو كانت البدنة بين اثنين نصفان يجوز في الاصح لان نصف السبع يكون تبعا لثلاثة الاسباع۔(۴۷۶/۶)

ہدایہ میں ہے: تجوز عن خمسة او ستة او ثلاثة ذكره محمد رحمه الله تعالیٰ في الاصل، لانه لما جاز عن سبعة فعمن دونهم اولى و لاتجوز عن ثمانية اخذا بالقياس فيما لانص فيه، و كذا اذا كان نصيب احدهم اقل من السبع۔(۳۹۷/۲)

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ایک بڑا جانور دو، تین، پانچ، چھ افراد کی طرف سے قربان کرنا جائز ہے اور آٹھ آدمیوں کی شرکت قیاس پر عمل کرتے ہوئے ایک جانور میں جائز نہیں، اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ کسی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو۔ اس لئے کہ ایک حصہ برابر برابر بٹنے کے بعد باقی حصہ جو ساتویں حصے سے کم ہے وہ پورے حصے کے تابع ہے تو اس طرح گویا بلکہ ہر ایک کا ساتواں حصہ بلکہ اس سے زائد ہے لہذا اس کے پیش نظر یہ قربانی جائز ہے اگر چہ ایک وجہ اس کے عدم جواز کی مقتضی ہے اور وہ باقی مشترک ہے جو ساتویں حصے سے کم ہے اسی لئے شلبی میں بعض سے عدم جواز نقل گیا وہذا نصہ: قال بعضهم لاتجوز لان لكل واحد منهما ثلاثة اسباع ونصف سبع و نصف السبع لا يجوز في الاضحية فاذا صادر لحما صار الباقي لحما۔(۴۷۶/۲)

نیز درمختار میں ہے: ولو لأحدهم اقل من سبع لم يجز عن احد و تجزی عمّادون سبعة بالاولیٰ۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:لو اشترك سبعة فی خمس بقرات اواکثر صح لان لکل منهم فی بقرة سبعها لا ثمانية فی سبع بقرات او اکثر لأن کل بقرة علی ثمانية منهم فکل منهم اقل من السبع ولا رواية فی هذه الفصول،ولو اشتراك سبعة فی سبع شياة لا یجزیهم قیاسا لان کل شاة بینهم علی سبعة اسهم و فی الا ستحسان یجزیهم و کذا اثنان فی شاتین وعلیه فینبغی ان یکون فی الاول قیاس و استحسان والمذکورفیه جواب القیاس۔(۲۲۲/۵)

مذکورہ عبارات سے ظاہر ہے کہ ایک بڑے جانور میں چھ شریک ہوں یا سات افراد پانچ یا چھ یا سات گائے میں شریک ہوں تو قیاس کے مطابق ہر صورت میں ایک ہی جواب ہے کہ یہ قربانی جائز نہیں، شلبی سے اس کی وجہ گزری کہ باقی حصہ ساتویں حصے سے کم ہے اور اس کی قربانی جائز نہیں مگر استحساناً ان سب صورتوں میں قربانی جائز ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں سے کم نہیں اور باقی جو ساتویں حصے پر زائد ہے وہ تابع ہے۔

علاوہ ازیں اسی ردالمحتار میں افادہ فرمایا کہ اگر سات آدمی سات بکریوں میں شریک ہوں تو قیاساً کسی کی قربانی صحیح نہیں اور استحساناً قربانی ہو جائے گی یونہی اگر دو آدمی دو بکریوں میں شریک ہوں تو بلحاظ قیاس قربانی نادرست ہے اور استحساناً حکم جواز ہے عبارت گزری۔

اب مسئلہ دائرہ مسئولہ عنہا کی طرف چلئے:

فأقول و بالله التوفيق: جب ایک بڑے جانور میں چھ کی شرکت جائز اور سب کی قربانی صحیح تو کیا وجہ ہے کہ ساتواں سرکاری حصہ ناجائز ہو حالانکہ

مسائل مذکورہ کے پیش نظر جن میں تصحیح فعل مسلم بوجہ مذکور کی گئی یہاں بھی ممکن ہے،

اور ادنیٰ تامل سے ظاہر ہے کہ صورت مسئلہ اس جگہ بھی وہی صورت مذکورہ ہے، حقیقۃً چھ شریک ہیں اور قربانی حقیقۃً انہی چھ کی طرف سے ہے اور ساتواں حصہ جو مشترک ہے اس میں ہر شریک کے حصے کی مقدار اس کے ایک حصے کے تابع ہے تو گویا ہر ایک کے لئے ساتواں حصہ ہے اور ان سب شرکاء نے اپنے اپنے باقی ماندہ حصے کا ثواب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نذر کر دیا تو ثواب کے پیش نظر اس حصے کی قربانی سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف سے ہوئی اور حقیقۃً ان چھ شرکاء کی طرف سے یہ قربانی ہوئی اور ثواب میں کچھ ایک کی تخصیص نہیں، بہت سے لوگوں کو بلکہ تمام امت کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ سائل نے ردّ المحتار سے نقل کیا:

وان تبرع بها عنه له الأكل لأنه يقع على ملك الذابح والثواب للميت ولهذا لو كان على الذابح واحدة سقطت عنه اضحية۔ (۲۳۶/۵)

یعنی اگر کسی نے میت کی طرف سے بے حکم میت تبرعاً قربانی کی تو اسے کھانا جائز ہے اس لئے کہ قربانی ذابح کی ملک پر ہوئی (یعنی حقیقۃً قربانی ذابح نے کی) اور اس کا مؤید ہے جو ہم نے ابھی کہا، اور اسی لئے اگر ذابح پر ایک قربانی واجب ہو تو اس سے فرض اضحیہ (قربانی) ساقط ہو جائے گا۔ یہ صریح جزئیہ اس کا مؤید ہے جو ہم نے ابھی کہا، اس کی ایک نظیر وہ مسئلہ ہے جو ہدایہ وغیرہ میں ذکر کیا گیا۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک بڑا جانور سات آدمیوں نے مل کر خریدا تاکہ اس کی قربانی کریں ایک شریک مر گیا وارثوں نے شریکوں سے کہا کہ تم اپنی طرف سے اور میت کی طرف سے یہ قربانی کرو چنانچہ ہدایہ میں ہے: اذا اشترى سبعة بقرة ليضحوا بها فمات

احدھم قبل النحر و قالت الورثة اذبحوھا عنه وعنکم اجزاھم۔ووجھه ان البقرۃ تجوز عن سبعة لکن من شرطه ان یکون قصد الکل القربة،وان اختلف جھاتھا کالأضحية والقران والمتعة عندنا لا تحاد المقصود وھو البقرۃ وقد وجد لأن التضحیه عن الغیر عرفت قربة،الا تری ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ضحی عن امته علی ماروینا من قبل،(۲/۲۔۱ ٤٠١)

خلاصۂ عبارت یہ ہے: اگر سات آدمی قربانی کے لئے ایک گائے خریدیں اور قربانی سے پہلے ایک شریک مرجائے اور اس کے ورثہ شرکا کو اجازت دیں کہ وہ اس گائے کو اپنی طرف سے اور میت کی طرف سے قربانی کردیں اس صورت میں ان کی قربانی ہوجائے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ گائے میں سات کی قربانی جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ سب کا مقصود قربت ہو اگرچہ جہات قربت مختلف ہوں جیسے ہمارے نزدیک قربانی اور قران وتمتع اس لئے کہ ان مختلف جہات میں مقصد ایک ہے اور وہ قربت ہے اور وہ پایا گیا اس لئے کہ غیر کی طرف سے قربانی شرع میں قربت معروفہ ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی۔انتہیٰ ملخصاً۔

یہاں سے حکم مسئلہ صاف ظاہر ہوا اور وہ یہ کہ صورت مسئولہ بعینہ ہدایہ وغیرہ میں مسئولہ مسئلہ کی نظیر ہے کہ ہر دو مسئلہ میں ایک جانور میں سات ہی شریک ہیں اور دونوں جگہ مقصود ایک ہے جو قربت ہے نیز یہ بھی ظاہر ہوا کہ غیر کی طرف سے قربانی کرنا خصائص حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے نہیں کہ انہی پر مقصور ہو بلکہ اس سنت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی پیروی ان

کی امت کو جائز ہے اور حضور کی تلقین و تعلیم سے دوسروں کو بھی یہ روا ہے کہ اضحیہ عن الغیر کی سنت انجام دیں اور اس کا ثواب ایک کو یا زیادہ کو یا تمام امت مرحومہ کو پہنچائیں اس سلسلے میں تصحیح فعل مسلم کی ایک اور نظیر پیش کی جا سکتی ہے جس کے پیش نظر مسئلہ دائرہ کا جواز روشن تر ہوگا اور اس قربانی کا صحیح ہونا بدرجۂ اولیٰ ظاہر ہوگا وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے بڑا جانور خریدا پھر قربانی سے پہلے ان میں چھ آدمیوں کو شریک کر لیا قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ قربانی کسی کی صحیح نہ ہو کہ اس جانور میں چھ کی شرکت تمول کے بغیر نہیں ہو سکتی اور تمول کا مقتضی یہ ہے کہ وہ ایک حصہ اپنے لئے رکھے باقی چھ حصے چھ شرکا کو بیچے اور ان سے اس کی قیمت لے یہی تمول ہے جو منافی قربت ہے اور اس صورت میں صراحت رجوع عن القربۃ ہے اس کے باوجود فقہا اس صورت کے جواز کا حکم دیتے ہیں چنانچہ ہدایہ میں ہے: ولو اشتری بقرۃ یرید ان یضحی بھا عن نفسہ ثم اشترك فیھا ستۃ جاز استحسانا ،والا حسن ان یفعل ذلك قبل الشراء لیکون ابعد عن الخلاف و عن صورۃ الرجوع فی القربۃ (ملخصا ۳۹۸/۲)

جب اس صورت میں باوجود تمول وصورۃ رجوع عن القربۃ حکم جواز ہے تو صورت مسئولہ میں بدرجۂ اولیٰ وہی استحسان جاری ہوگا جو ہدایہ میں میت کے وارثوں کی طرف سے شرکا کو اذن قربانی دینے کی صورت میں بتایا اور جس استحسان کو زید اس صورت میں مانتا ہے وہی استحسان یہاں بھی جاری ہے کہ صورت وہی صورت ہے اور قربت وہی قربت ہے جو قائم ہے اور یہ مسئلہ اضحیہ عن الغیر کا ہے جس کی مشروعیت پر ہدایہ کی نص گزری اور

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فعل بطور سند مذکور ہوا علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت کا وہ فتویٰ جو سوال میں نقل کیا گیا ہماری مذکورہ تفصیل کا خلاصہ ہے اور وہ ہمارا مؤید ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

قالہ بفمہ و امر برقمہ
محمد اختر رضا قادری ازہری
مرکزی دارالافتاء بریلی شریف یوپی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی

الحکم ھوالحکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی شہید عالم رضوی، مورخہ ۳؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم
حکیم محمد مظفر حسین قادری

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
محمد افضال رضوی ۷؍مئی ۲۰۱۱ء

الجواب صحیح والمجیب مثاب۔ واللہ تعالیٰ اعلم
محمد ناظر اشرف قادری
دارالعلوم اعلیٰ حضرت، ناگپور

قد اصاب المجیب فی الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
محمد عبید الرحمٰن غفرلہ

صح الجواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمد شعیب رضا قادری نعیمی

هذا حکم العالم المطاع وما علینا الا التباغ۔ والله تعالیٰ اعلم

محمد کوثر علی رضوی

مرکزی دار الافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف

۲/جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ

۸۶-۹۲/۷ سیدی و استاذی حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کا مدلل و مبرہن فتویٰ ہے اس سلسلے میں جن شبہات کا اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے ان سب کا جواب باصواب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد یونس رضا الاویسی الرضوی غفرلہ

خادم الافتاء والتدریس جامعۃ الرضا بریلی شریف

۳/جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ

لقد اصاب من اجاب واللہ تعالیٰ اعلم

محمد ناظم علی رضوی مصباحی

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

۱۴۳۲/۸/۳ھ بروز پنجشنبہ مبارکہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیق عالم رضوی

استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

صورت مسئولہ میں میت والا جزیہ صراحۃ اس پر دال ہے۔

لہٰذا میرے نزدیک حضور تاج الشریعہ قبلہ کا جواب حق و صحیح ہے، واللہ تعالیٰ

اعلم۔ بہاء المصطفیٰ قادری
صح الجواب والمجیب مصیب ومثاب واللہ تعالیٰ اعلم
محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی غفرلہ القوی
خادم الافتاء والطلباء جامعۃ الرضا بریلی شریف
تتمہ:

عمرو کا قول کہ مذبوح عنہ کے حصے کا اعتبار نہیں وجہ صحت رکھتا ہے اور شامی سے جو جزیہ سائل نے نقل کیا اس میں ادنیٰ تامل سے ظاہر ہے کہ اس صورت میں قربانی حقیقۃً ذابح کی طرف سے ہوگی اور ثواب مذبوح عنہ کے لئے ہوگا یہ ہم کو مضر نہیں بلکہ ہمارا موید ہے کہ اس کا صریح مفاد یہی ہے کہ قربانی احیا کی طرف سے ہے جو میت کے لئے بطور تبرع کی گئی اور وہ حصہ احیا کی ملک پر ہے ہاں ثواب میت کے لئے ہے اور جب مذبوح عنہ کے حصے کا اعتبار نہیں تو حقیقۃً چھ شرکا ہی رہے اور مسئلہ وہی رہا جو ہدایہ سے پہلے مذکور ہوا اور اس میں وہی قیاس اور اس کی رو سے وہی حکم یعنی عدم جواز اور وہی استحسان یہاں بھی جاری ہے جو دلیل جواز ہے، عمرو میت کی طرف سے بحکم ورثہ قربانی کو بوجہ استحسان جائز مانتا ہے وہی استحسان جو اس مسئلہ کا مصحح ہے جو ہدایہ تبیین وغیرہ سے گزرا سرکاری حصے میں اس استحسان کے جاری ہونے سے کیا مانع ہے اور خود عمرو کا قول مذبوح عنہ کے حصے کا اعتبار نہیں یہاں کیوں جاری نہیں۔

کتبہ
عاشق حسین کشمیری ۳۱رمئی ۲۰۱۱ بروز منگل

(۱۲) بوسیدہ قرآن کے دفن کا طریقہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسئلہ میں

زید جو کہ مسجد میں امامت کرتے ہیں عالم دین ہیں خطیب بھی ہیں کچھ لوگوں نے زید سے دریافت کیا کہ قرآن کریم بوسیدہ ہو جائے ریزہ ریزہ ہو کر بکھر رہا ہو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟۔ اس پر زید نے کہا کہ پہلی صورت یہ ہے کہ اس کو قبرستان میں دفن کر دیا جائے دوسری صورت میں وزن کے ساتھ پوٹلی میں باندھ کر دریا میں ڈال دیں لوگوں نے پھر سوال کیا کہ کلام الٰہی کو کیسے جلایا جا سکتا ہے تو زید نے کہا کہ کلام الٰہی کو کلام الٰہی نہ مانتے ہوئے جلا سکتے ہیں۔ زید کا یہ قول کہ قران پاک کو کلام الٰہی نہ مانتے ہوئے اس کو جلا سکتے ہیں کیا یہ کہنا درست ہے۔ زید کے لئے جو حکم شرع ہو بتلایا جائے

فرقان علی

محلہ حبیب اللہ خاں جنوبی نزد ڈاکٹر ریحان علی

بیسلپور ضلع پیلی بھیت

۲۶۲۲۰۱

موبائل نمبر: ۹۹۱۷۲۳۸۸۵۵

الجواب بعون الملك العزيز الوهاب۔ بہار شریعت حصہ سولہ ص ۱۱۸ پر ہے قرآن مجید پرانا بوسیدہ ہو گیا اس قابل نہ رہا کہ اس میں تلاوت کی جائے

اور یہ اندیشہ ہے کہ اس کے اوراق منتشر ہو کر ضائع ہوں گے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کر دیا جائے اور دفن کرنے میں اس کے لئے لحد بنائی جائے تا کہ اس پر مٹی نہ پڑے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈالیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے مصحف شریف بوسیدہ ہو جائے اس کو جلایا نہ جائے۔لہذا صورت مستفسرہ میں زید نے غلط مسئلہ بتایا بوسیدہ قرآن مجید کو جلانے کا نہیں دفن کرنے کا حکم ہے اور غلط مسئلہ بتانے والے پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں حدیث شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء والارض فتاویٰ رضویہ شریف جلد نہم ص ۷۲ ر پر ہے مصحف کریم کا احراق جائز نہیں نص علیه فی الدر المختار بلکہ حفاظت کی جگہ دفن کیا جائے جہاں پاؤں نہ پڑے اور اگر تھوڑے اوراق ہوں تو اولیٰ یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچوں کو اُن کے تعویذ تقسیم کر دیئے جائیں اور زید کے خط کشیدہ جملے بھی غلط و باطل ہیں زید پر لازم ہے کہ خط کشیدہ جملے سے رجوع کر کے علانیہ توبہ و استغفار کرے اور آئندہ غلط مسئلے بتانے سے اجتناب واحتراز کرے تاوقتیکہ زید حکم مذکورہ پر عمل نہ کرے اس سے تعلقات اور اس کی اقتداء میں نماز جائز نہیں قال الله تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین ہاں جب حکم مذکورہ پر عمل کر لے تو تعلقات اور اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے جب کہ اور کوئی وجہ شرعی مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور احتیاطاً تجدید ایمان بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

صح الجواب
فقیر محمد اختر رضا قادری غفرلہ
جواب درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم
مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

کتبہ
محمد کوثر علی رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف ۲۳؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
صح الجواب: واللہ تعالیٰ اعلم
حکیم محمد مظفر حسین قادری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ تقریباً تین سال قبل زید کا انتقال ہو گیا ہے جس نے دو شادیاں کی تھیں بڑی بیوی کا زید کی زندگی میں ہی انتقال ہو گیا تھا جس سے تین بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں اور زید نے اپنے انتقال سے چھ ماہ قبل ایک اور عورت سے شادی کی جس سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ اور وہ دوسری بیوی باحیات ہے۔ اور زید نے ترکہ میں ۱۲۰ ایکڑ زمین، ۱۲ مکانات اور ۳ ۔۔۔ (پلاٹ) چھوڑا ہے اب ضروری عرض یہ ہے کہ زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہو اور اس میں سے مذکورہ بالا افراد میں کسے کتنا حصہ ملے گا قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت کے ساتھ آسان انداز میں جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

فقط والسلام

محمد رفیق

گتور کالونی پورانا ہرلاپور

ہرصی ہر ضلع داونگرہ

کرناٹک

مسئلہ۸×۱۲=۹۶

زید

بیوی بیٹا بیٹا بیٹا بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی

۱

۷

۱۲

---

۱۴ ۱۴ ۱۴ ۷ ۷ ۷ ۷ ۷ ۷

الجواب بعون الملک العزیز الوہاب۔ بعد تقدیم ما تقدم و ادائے دیون عدم وارث آخر زید کا کل ترکہ چھیانوے سہام (حصے) پر بٹکر بارہ ۱۲ سہام (حصے) بیوی کو چودہ چودہ سہام (حصے) تینوں بیٹوں کو اور سات سات سہام (حصے) چھوؤں بیٹیوں کو ملیں گے موحکم الکتاب) واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری

محمد مظفر حسین قادری

کتبہ

محمد کوثر علی رضوی

مرکزی دارالافتاء، ۸۲ سوداگران

بریلی شریف ۲۱، محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں

سوال نمبرا۔قربانی کرنے کے بعد جو کلیجی ہوتی ہے اس کو گھر میں لوگ پکا کر نیاز کرواتے ہیں اور پھر اس کو کھاتے ہیں یہ نیاز کیوں کرواتے ہیں اور کس کی نیاز ہوتی ہے کیا یہ ضروری ہے حدیث وقرآن کی روشنی میں تحریر فرمائیں

المستفتی: محمد رضی خاں رضوی (تلہر)

الجواب: بعون الملك العزيز الوهاب: قربانی کی کلیجی پر بھی نیاز جائز و درست ہے اور ہر اس چیز پر نیاز دلا سکتے ہیں جو حلال وطیب ہو اور کسی بھی بزرگ کے نام ایصال ثواب کر سکتے ہیں اور ایصال ثواب مستحب و مستحسن ہے خواہ کسی سنی مسلمان کے لئے ہو:۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور یہ ضروری نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

محمد کوثر علی رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف ۱۷/ذی الحجہ ۱۴۳۴ھج

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

حکیم محمد مظفر حسین قادری

سوال (۱) کوئی شخص اکیلے یعنی تنہا یا جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے اور پڑھنے کی حالت میں اُسکا سر یا جسم حرکت یعنی ہل رہا ہے ایسی صورت میں کیا حکم ہے نماز میں کمی یعنی ثواب میں کمی ہوئی یا نہیں جیسے کسی کی زبان سے حرف

نہیں نکل رہا ہے اور وہ نکالنا چاہ رہا ہے تو اس کو نکالنے میں سر اور جسم ہلا۔
ایسی صورت میں کیا حکم ہے تحریر فرمائیں حدیث وقرآن کی روشنی میں۔
سوال (۲) جیسے کہیں تیجہ یا نیاز وغیرہ میں پنج آیات پڑھتے ہیں کئی لوگ کسی نے شروع میں اعوذ باللہ نہ پڑھی اور بسم اللہ سے پڑھنا شروع کیا ایسی صورت میں کیا حکم ہے اعوذ باللہ پڑھنا کیا واجب ہے تحریر کریں؟
المستفتی: محمد رضی خاں رضوی تلہر

الجواب: بعون الملك العزيز الوهاب ۔ بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۷۳ پر ہے داہنے بائیں جھومنا مکروہ ہے اور تراوِح یعنی کبھی ایک پاؤں پر زور دیا کبھی دوسرے پر یہ سنت ہے۔ لہٰذا صورت مستفسرہ میں حالت نماز میں جھومنا مکروہ ہے اور اگر عذر شرعی کی بنا حروف ادا کرنے پر سر اور جسم میں جنبش ہوئی تو نماز میں کوئی کراہت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) تلاوت کے شروع میں اعوذ باللہ پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں اور ابتدائے سورت میں بسم اللہ سنت ورنہ مستحب لہٰذا صورت مستفسرہ میں نیاز و فاتحہ میں بھی اعوذ باللہ پڑھنا آیات کے شروع میں مستحب ہے۔ اگر کوئی بسم اللہ سے شروع کر دے تو گنہ گار نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
محمد کوثر علی رضوی
مرکزی دار الافتاء ۸۲ رسوداگران
بریلی شریف ۱۸ رذی الحجہ ۱۴۳۴ھ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر محمد اختر رضا قادری غفرلہ
صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
حکیم محمد مظفر حسین قادری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

سوال نمبر۱: نائی یا انصاری یا ماہی گیر یا منیہاران چاروں قوموں میں سے کوئی شخص جس کی داڑھی حد شرع میں ہو اور وہ قرآن مجید پڑھتا ہو اور اس کی بیوی پردے میں بھی رہتی ہو اور مسائل نماز سے بھی واقف ہو کیا ایسے شخص کو امام بنایا جاسکتا ہے؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تو کوئی کراہت نہیں اس کی اقتدا میں نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

سوال نمبر۲: سید یا پٹھان ان دونوں قوموں میں سے کوئی شخص جس کی بیوی پردے میں نہ رہتی ہو باہر گھومتی ہو اور وہ مسائل نماز سے بھی واقف نہ ہو اور وہ قرآن بھی صحیح نہ پڑھتا ہو اس سید یا پٹھان کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

المستفتی (قاری) محمد امانت رسول رضوی
(خلیفہ مفتی اعظم ہند) محلہ بھورے خاں پیلی بھیت شریف

الجواب:

۷۸۶

نمبر۱،۲:

فی الواقع جب کہ وہ لوگ جامع شرائط امامت ہیں تو ان کے پیچھے نماز بلاشبہ بے کراہت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انصاری وغیرہ ہونا مانع اقتدا نہیں بلکہ اگر دوسرا سید یا پٹھان ہو اور امامت کے لائق نہ ہو اور انصاری وغیرہ اہل امامت ہو تو اسی کو مقدم کرنا لازم اور اس سید یا پٹھان کی امامت کے لئے تقدیم حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری غفرلہ۔ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۹ھ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب:

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ ۱۸ جمادی الاول ۹۹ھ

سوال: بحضور مفتی صاحب قبلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زید و خالد آپس میں رشتہ دار ہیں۔ زید نے ایک زمین محمود و حامد سے خریدی، اور خالد کو یہ بتایا کہ یہ زمین تمہیں مل جائیگی۔ پھر زید نے محمود و حامد سے کہا کہ میری زمین خالد کے ہاتھ تمہیں بیچنا ہے چونکہ خالد میرا رشتہ دار ہے۔ لہذا میرا بات کرنا اچھا نہیں۔ زید نے خالد اور حامد و محمود کو جمع کیا حامد و محمود نے خالد سے پچیس سو روپیے گز کے دام مانگے خالد نے تیس (۲۳) سو روپے کہے زید نے ساڑھے تیئس سو روپئے میں فیصلہ کر دیا خالد نے خوش دلی سے منظور کرلیا۔ اور چند روز بعد رجسٹری کرالی۔ زید نے بطور قرض پینتیس ہزار روپئے خالد کو دیئے اور رجسٹری وغیرہ میں کافی ہمدردی کا مظاہرہ کیا۔ خالد بہت خوش تھا کہ مناسب جگہ مناسب قیمت پر مل گئی کیونکہ وہاں جگہ فی الوقت پچیس سو روپئے کو دستیاب نہیں۔

بعد ڈیڑھ ماہ کسی طرح خالد کو یہ معلوم ہوگیا کہ زید نے اس بہانے سے کافی منفعت حاصل کر لی۔ اور خالد نے اسی غیظ و غضب میں دلال وغیرہ نازیبا الفاظ کہے۔ اور اب زید کا جو قرض اس کے اوپر تھا اس کے دینے سے انکار کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ تم نے ہمیں یہ کیوں نہیں بتایا کہ یہ زمین

ہم نے خرید لی ہے اگر ہمیں معلوم ہوتا تو ہم تمہیں ذمہ دار نہ بناتے اور اپنے حساب سے دام طے کرتے۔ زید کا کہنا ہے کہ تم نے خوب سوچ سمجھ کر معلومات کر کے اپنی رضا سے زمین خریدی اور تب تک خوشی کا اظہار رہا جبتک یہ معلوم نہ ہوا کہ اس میں مجھے بھی فائدہ ملا ہے۔اور یہ کہ میں نے یہ تدبیر اس لئے کی کہ تم یہ زمین خرید لو پھر میں تمہارے برابر بکنے والی زمین خرید لوں تا کہ دونوں کے مکان برابر برابر ہو جائیں۔ میں نے چونکہ معلوم کر لیا تھا کہ چوبیس پچیس سو روپے سے کم کو وہاں زمین نہیں ملے گی اس لئے تمہیں اس طریقے سے زمین دلوادی۔ لیکن خالد زید کو عیار و مکار ہی تصور کرتا ہے اور بجائے وہ قرض ادا کرنے کے بائیس ہزار روپے کا اور مطالبہ کر رہا ہے کہ تم نے اس طریقے سے جتنے روپے کمائے ہیں وہ سب مجھے دو ورنہ پنچایت کروں گا۔ زید نے بات ختم کرنے کے لئے یہ بھی کہا کہ مجھے زمین واپس کر دو اور چھبیس سو روپے گز کے دام مجھ سے لے لو۔ غرض دونوں میں بہت سخت تناؤ کی صورت ہے۔ معاملہ بہت آگے بڑھ سکتا ہے۔ لہذا گزارش ہے کہ حسب ذیل سوالوں کے جوابات شریعت مطہرہ کی روشنی میں بحوالۂ کتب مرحمت فرمائیں۔ تا کہ دونوں کے درمیان کشیدگی ختم ہو سکے۔

(۱) کیا زید کا خالد کو یہ بتانا ضروری تھا کہ یہ زمین میں نے خرید لی ہے؟ نہ بتانا عیاری مکاری ہے؟

(۲) کیا اس طرح جو منفعت کمائی وہ ناجائز و حرام ہے؟ یا جائز و طیب؟

(۳) کیا عند الشرع خالد کو یہ جائز ہے کہ وہ زید کے قرض کے روپے ادا نہ کرے بلکہ اور الٹے اس سے روپے لئے۔؟

(۴) کیا مذکورہ طریقے سے بیع نافذ ہو گئی یا نہیں؟ اور اگر نافذ نہ ہوئی تو اب جب کہ رجسٹری ہو چکی ہے تو معاملہ کیسے بنایا جائے کیا واپسی کی صورت میں

رجسٹری فیس بھی واپس کرنا ہوگی۔یا صرف رقم واپس کی جائیگی؟

واضح رہے کہ زید عالم کہا جاتا ہے۔خارجی اوقات میں زمین کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتا ہے۔کبھی نماز پڑھا دیتا ہے کیا اس کی اس حرکت کے بعد اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔مفصل ومدلل تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

المستفتی:۔ابوصہیب محلہ صالح نگر بریلی شریف یوپی۔

الجواب اللھم ھدایت الحق والصواب:(۱) متعاقدین کے ایک مجلس میں ایجاب وقبول کرنے سے بیع منعقد ہو جاتی ہے۔ھدایہ میں ہے البیع ینعقد بالایجاب والقبول "عقد خواہ مالک ومشتری کریں یا وکیل و مشتری۔صورت مسئولہ میں بیع نافذ ہوگی اور زید کا خالد کو یہ بتانا کہ یہ زمین میری ہے ضروری نہ تھا۔اس وجہ سے اس کو عیار ومکار کہنا ایذاء مسلم ہے اور ایذاء مسلم بلا وجہ شرعی ناجائز وحرام ہے حدیث شریف میں ہے"من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ" واللہ تعالیٰ اعلم (۲) یہ کمائی جائز وطیب ہے (۳) خالد پر زید کا قرض ادا کرنا فرض ہے،ادا نہ کرے گا تو حق العبد میں گرفتار ہو کر مستحق عذاب نار ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم (۴) جب بیع نافذ ہوگئی تو بعد نفاذ بیع خالد کے زمین کو واپس کرنے کی وجہ سے زید پر رجسٹری فیس واپس کرنا لازم نہیں ہاں دونوں میں جو طے ہو جائے اس پر عمل ہو۔عمل مذکور کی وجہ سے زید کو امام بنانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں جب کہ کوئی اور مانع امامت خرابی نہ ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کتبہ
محمد افضال رضوی
مرکزی دار الافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف
۶/شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ/۹/اگست ۲۰۰۸ء

حضرت مفتی صاحب! بعد ما هو المسنون:۔

عرض اینکہ خالد کا کہنا یہ ہے کہ یہ بات غلط ہے کہ "میں نے مجلس عقد میں تیئس سو روپے کہے تھے۔ میں نے تو زید کو ذمہ دار بنا دیا تھا تیئس ساڑھے تیئس سب زید ہی نے کہے زید کا کہنا ہے کہ "میں اس بات کو ایسے وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ قسم کھالوں" البتہ آخری گفتگو پورے وثوق سے یاد ہے جس پر بات مکمل ہوئی۔ کہ میں نے حامد و محمود کو مخاطب کر کے کہا کہ ان (خالد) کو ساڑھے تیئس سو روپے میں دیدو۔ حامد و محمود نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم آپ سے باہر نہیں۔ اس کو خالد نے برضا و رغبت قبول کیا۔ مجلس برخاست ہوئی اور خالد رقم کی فراہمی میں لگ گیا۔ الخ حالانکہ قرین قیاس یہی ہے کہ تیئس سو روپے خالد ہی نے کہے ہوں گے۔ لیکن اگر خالد ہی کی بات مان لی جائے تو کیا بیع منعقد ہوگی یا نہیں؟ اس پر خالد کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس صورت میں لیوا اور بیچا دونوں ایک ہو گئے اور یہ درست نہیں۔ کیا اس کی یہ بات درست ہے؟ جب کہ وہ خود موجود ہے برضاء و رغبت قبول اس نے کیا ہے پہلے سے مجملاً اس کا ریٹ معلوم ہو چکا ہے۔

اچھا پھر زید نے یہ کہا کہ مان لیجئے عقد منعقد نہیں ہوا۔ تو کیا ہو؟ اس پر خالد کی حمایت میں کہا گیا" کہ یہ عقد پہلے عقد کی طرف عود کر جائیگا۔ یعنی بجائے ساڑھے تیئس کے اکیس سو روپے میں منعقد ہو جائیگا۔ یہ بات کہاں

تک اور کیوں کر درست ہے؟ اور یہ کہ اس طرح کمایا ہوا مال طیب نہیں۔زید کا اپنی خریداری چھپانا خیانت ہے ذرا ان سب باتوں کو تفصیل سے مدلل بیان فرمادیں۔ کیونکہ خالد اور اس کے رشتہ داروں نے زید کو دلال عیار و مکار بتا کر اتنی بدنامی اور بے عزتی کر دی ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ان بدنام کرنے والوں کا حکم بھی تحریر فرمادیں۔اور اگر واقعی وہ عقد منعقد نہیں ہوا تو کیا حکم ہے؟ زید پر خالد کا وہ تمام مال جو اس طرح حاصل کیا لوٹانا واجب ہے؟ غرض وہ کیا تدبیر کرے کہ اب آخرت کے مواخذے سے محفوظ ہو سکے۔اگر اس کے ذمہ خالد کا حق ہے۔

ابوصہیب صالح نگر بریلی شریف

الجواب اللهم هدایت الحق والصواب :صورت مسؤلہ میں زید وکیل اور خالد موکل ہے اور موکل جب مجلس عقد میں موجود ہو تو کلام وکیل موکل کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ھدایہ میں ہے"لان كلام الوكيل ينتقل الى الموكل عند حضوره فصار كأنم متكلم بنفسه لهم" زید نے وقت انعقاد بیع جب حامد و محمود سے کہا ان (خالد) کو ساڑھے تیئس سو روپے میں دیدو حامد و محمود کا کہنا ٹھیک ہے ہم آپ سے باہر نہیں اس کو خالد نے برضا و رغبت قبول کیا اور پھر رقم کی فراہمی میں لگ گیا۔لہذا خالد کا مجلس میں موجود ہونا اور اس عقد کو برضا و رغبت قبول کرنا پھر رقم کی فراہمی میں لگنے کی وجہ عاقد بیع خالد ہی ہوا اور یہ عقد بلاشبہ منعقد ہو گیا۔جب عقد منعقد ہو گیا تو یہ پہلے والے عقد کی طرف ہرگز ہرگز عود نہیں کرے گا۔اور اس طرح کمایا ہوا مال یقیناً مال طیب ہے اور زید کا اپنی خریداری چھپانا ہرگز خیانت نہیں حامی خالد اپنے تینوں دعووں (ا) یہ عقد پہلے عقد کی طرف عود کر

جائیگا (۲) اس طرح کمایا ہوا مال طیب نہیں (۳) زید کا اپنی خریداری چھپانا خیانت ہے پر دلائل پیش کرے ورنہ رجوع کرے۔ جب زید کا یہ عمل شرعاً قابلِ گرفت نہیں تو وہ اس عقد کی وجہ سے آخرت کے مواخذہ سے بری ہے۔ خالد اور اس کے رشتہ دار زید کو عیار و مکار و دلال کہنے کی وجہ سے سخت گنہ گار۔ حق العبد میں گرفتار ہیں ان پر توبہ لازم اور زید سے معافی مانگنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
محمد افضال رضوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲۔ سوداگران بریلی شریف
۱۵ر شوال المکرم ۱۴۲۹ھ/۱۶/ اکتوبر ۲۰۰۸ء

صح الجواب: واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر محمد اختر رضا ازہری قادری غفرلہ
صح الجواب: واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ

(۱۴) گاؤں میں جمعہ کی نماز کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارا گاؤں سالار پور کلاں جو کہ سنبھل سے چار کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اس گاؤں کی آبادی تقریبا ۱۵؍ ہزار ہے اس بستی میں پانچ مسجدیں ہیں ہر مسجد میں مدت دراز سے جمعہ ہوتا چلا آرہا ہے زید جو کہ جامع مسجد کا امام ہے اس نے دو رکعت نماز بنام جمعہ ادا کرنے کے بعد چار رکعت ظہر با جماعت ادا کرائی اور لوگوں نے با خوشی پڑھی اور دو یا تین لوگ دوسری مسجد میں چلے گئے۔ اور عمرو جو اس بستی کی مدینہ مسجد میں امام ہے اور خود عالم ہے اس کا کہنا ہے کہ مفتی نظام الدین اور فتاوی رضویہ کے فتویٰ کی روشنی میں گاؤں میں جمعہ جائز ہے زید کے معلوم کرنے پر عمرو نے جواب دیا کہ مسئلہ وہ ہی ہے جو آپ کرتے ہیں لیکن اختلاف کی وجہ سے یہ لوگوں کو نہیں بتایا جائیگا اور جب عوام نے دونوں کی گفتگو کو سنا تو کہا کہ بریلی سے فتویٰ منگا لیا جائے اور جو وہاں سے حکم ہوگا اس پر عمل کر لیا جائیگا؟

دوسری مرتبہ بحث کے درمیان عمر نے کہا کہ اب تک میں جمعہ اور ظہر دونوں کو فرض کی نیت سے پڑھتا تھا مگر اب میں ظہر نہیں پڑھونگا بلکہ صرف فرض جمعہ ادا کرونگا اور بعد میں ۴ سنتیں پڑھوگا، اور عمر یہ کہتا ہے کہ جس بستی میں اتنی آبادی ہو کہ گاؤں کے سارے لوگوں کو اگر گاؤں کی بڑی مسجد میں جمع کیا جائے تو وہ اس میں نہ سما سکیں تو اس بستی میں جمعہ جائز ہے؟

جواب عنایت فرمائیں اور عند الفقہ ماجور ہوں!

المستفتی: مسلمان سالارپور سنبھل

الجواب۷۸۶:اللھم ھدایة الحق والصواب :صحت جمعہ کے لئے شہر شرط ہے۔گاؤں، دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہدایہ میں ہے" لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی ولا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لاجمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع " فتاویٰ رضویہ میں ہے" دیہات میں جمعہ ناجائز ہے اگر پڑھیں گے گنہگار ہوں گے اور ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا" فتاویٰ امجدیہ میں ہے" دیہات میں جمعہ ناجائز ہے کہ جمعہ کے لئے مصر یا فنائے مصر شرط ہے" بہار شریعت میں ہے" جمعہ گاؤں میں جائز نہیں" فتاویٰ مصطفویہ میں ہے" گاؤں میں جمعہ ناجائز ہے" فتاویٰ اجملیہ میں ہے" جس گاؤں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے تو بلحاظ مصالح دینی کے اسے بند نہ کیا جائے لیکن ان لوگوں کو فرض ظہر پڑھنا فرض ہے" فتاویٰ فیض الرسول میں ہے" بے شک دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں" عمر نے شہر کی جو تعریف بیان کی وہ نامعتبر ہے۔فتاویٰ رضویہ میں ہے" کہ شرح وقایہ و مجمع الانھر میں تصریح فرمائی کہ شہر کی یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں" دوسری جگہ فتاوی رضویہ میں ہے مصر کی جو تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں وہاں کے اہل جمعہ نہ سمائیں اپنے ظاہر معنی پر ہمارے ائمہ ثلثہ کے مذہب متواتر کے خلاف ہے و لہذا محققین نے اسے رد فرمایا" ہدایہ میں مصر کی تعریف یہ ہے" والمصر الجامع کل موضع له امیر و قاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود " فتاویٰ رضویہ میں ہے" صحیح تعریف شہر کی یہ ہے" وہ آبادی جس

میں متعدد کوچے، دوامی بازار ہوں، نہ وہ جسے بیٹھ کہتے ہیں اور وہ پرگنہ ہے کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جسکی حشمت وشوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے جہاں یہ تعریف صادق ہو وہی شہر ہے اور وہیں جمعہ جائز ہے ہدایہ وفتاویٰ رضویہ کی عبارات سے منتج ہر خاص وعام پر مجلی کہ شہر وہی ہے جہاں دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ حکومت کی طرف سے فیصلِ مقدمات کے لئے کوئی حاکم مقرر ہو جو مظلوم کا انصاف ظالم سے لینے پر قادر ہو۔ جب سالار پور ایسا نہیں تو گاؤں ہے اور گاؤں میں جمعہ دو رکعت پڑھ کر ظہر ضرور پڑھیں۔ شامی میں ''لو صلوا فی القری لزم هم اداء الظهر ''اور فرض ظہر با جماعت پڑھیں کیونکہ ظہر پڑھنا فرض اور جماعت واجب مسجد میں موجود، جماعت پر قادر، پھر بھی تنہا پڑھیں گے تو فرض ادا ہو جائیگا مگر تارک جماعت ہو کر گنہگار ہوں گے مدینہ مسجد کا امام عالم ہے پھر بھی خلاف شرع بولتا اور آئندہ فرض چھوڑنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اگر فرض ظہر ترک کرے گا تو تارک فرض ہو کر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جائیگا پھر لائق امامت بھی نہ رہیگا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ''البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے، تصحیحات جماہیر ائمہ ترجیح وفتویٰ کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مرجوحہ مرجوعہ عنہا غیر صحیح کی بنا پر ان جہال کو دہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور جہلا کے گناہ کے ذمہ دار ہیں'' علماء کا یہ کہنا کہ فتاویٰ رضویہ کے فتوی کی روشنی میں گاؤں میں جمعہ جائز ہے ''غلط'' ہے جیسا کہ

عبارات مذکورہ سے ظاہر و باہر۔ رہی مفتی نظام الدین صاحب کے فتوے کی بات تو وہ یاد رہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحقیق کے آگے کسی کی تحقیق معتبر نہیں ۔حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی صدر مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور تحریر فرماتے ہیں ''اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نص کے بعد کسی نص کی حاجت نہیں'' لہذا سالار پور میں بنام جمعہ دو رکعت پڑھ کر چار رکعت فرض ظہر جماعت سے پڑھیں فتاوٰی عالم گیری میں ہے ''ومن لا تجب علیھم الجمعة من اھل القری والبوادی لھم ان یصلو االظھر بجماعة یوم الجمعة'' واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ
محمد افضال رضوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف
۲۶/شوال ۳۴ھ

الجواب:۔ واللہ اعلم بالصواب
فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

(۱۴) قعدۂ اولیٰ بھولنے پر کیا کرے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کسی شخص نے چار رکعات نفل نماز پڑھی اور دوسری رکعت پر بھول کر قعدۂ اولیٰ نہیں کیا چوتھی رکعت کے قعدہ میں سلام پھیر کر سجدہ سہو کرلیا تو اس کی نماز مکمل ہوئی یا نہیں؟

زید کا کہنا ہے کہ اس کی چار رکعت مکمل نہیں ہوئیں بلکہ پہلی دو رکعتیں فاسد ہوئیں اور آخر کی دو رکعتیں صحیح ہوگئیں کیونکہ نفل کا ہر قعدہ قعدۂ اخیرہ ہوتا ہے اور نفل کی ہر دو رکعت نماز علیحدہ ہوتی ہے۔ لہذا جب اس میں پہلی دو رکعتوں سے متصل قعدۂ اولیٰ نہیں کیا جو کہ درحقیقت قعدۂ اخیرہ تھا تو پہلی دو رکعتیں باطل ہوگئیں اور اس پر بعد والی دو رکعتوں کی بنا صحیح ہو جائے گی چونکہ تحریمہ اب تک باطل نہیں ہوا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ''شرح وقایہ'' میں ہے نفل کی ہر رکعت میں قرأت کرنا فرض ہے لہذا اگر پہلی دو رکعتوں میں قرأت نہیں کیا اور بعد والی میں کیا تو امام اعظم کے نزدیک شروع کی دو رکعتیں فاسد ہوئیں اور آخر کی دو رکعتیں صحیح ہوگئیں۔ مذکورہ مسئلہ میں پہلی والی دو رکعتوں کے فساد کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا معنیٰ فساد ادا ہے یعنی ان کی ادائیگی فاسد ہوگئی نہ کہ نفس نماز۔ اگر نفس نماز کا فساد مراد ہوتا تو پھر آخر کی دو رکعتوں کی بنا فاسد پر درست نہیں ہوگی۔ کیونکہ بناء علی الفاسد فاسد ہے۔ اسی طرح ''عالمگیری'' میں قعدۂ اولیٰ کے مسئلہ کے متعلق لاتفسد صلاتہ لکھا ہے

اس میں بھی یہی معنی مراد ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ تراویح کی نمازوں کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے بیس رکعتیں ایک ہی قعدہ سے پڑھیں تو اس کے لئے صرف آخر کی دو رکعتیں صحیح ہوئیں اور بقیہ ۱۸/ باطل اس مسئلہ میں بھی ۱۸/فاسد رکعتوں پر آخر کی دو رکعتوں کی بنا جو صحیح ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ۱۸/ رکعات کی ادائیگی فاسد ہوئی نہ کہ نفس نماز اسی طرح چار رکعات والی نفل نماز میں قعدۂ اولی نہیں کیا تو اول کی دو رکعتیں فاسد ہوئیں اور لا تفسد صلاته کا معنی یہ ہے کہ آخر کی دو رکعتیں فاسد نہیں ہوئیں بلکہ پہلی دو رکعت فاسد ہوئیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ کے متعلق زید کا جواب اور اس کے دلائل صحیح ہیں یا نہیں؟ دلائل شرعیہ سے آگاہ فرمائیں۔

المستفتی:

محمد سلمان قادری

جامعۃ الرضا بریلی شریف

الجواب ۹۲/۷۸۶:۔ اللھم ارنا الحق والباطل باطلا بصورت مسئولہ میں چار رکعت نفل بلاشبہ درست ہوگئے۔ ''فتاویٰ ہندیہ'' میں ہے رجل صلی اربع رکعات تطوعا ولم یقعد علی راس الرکعتین عامد الا تفسد صلاته استحسانا۔ ''نور الایضاح'' میں ہے واذا صلی نافلة اکثر من رکعتین ولم یجلس الافی اخرها صح استحسانا لانها صارت صلاة واحدة ۔ اسی کے تحت ''مراقی الفلاح'' میں ہے لان التطوع کما شرع رکعتین شرع اربعا ایضا ۔ ''ردالمحتار'' میں ہے

وکون کل شفع صلاۃ علی حدۃ لیس مطردافی کل الاحکام و لذالوترک القعدۃ الاولیٰ لاتفسد خلافا لمحمد ۔ ''بہار شریعت'' میں ہے چار رکعت نفل پڑھے اور قعدۂ اولیٰ فوت ہو گیا بلکہ قصداً بھی ترک کردیا تو نماز باطل نہ ہوئی۔

رہا زید کا یہ قول کہ ''نفل کا ہر قعدہ قعدۂ اخیرہ ہے اور اس کا ترک پہلی دو رکعت کے بطلان کا سبب ہے'' غلط ہے۔ قیاس کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ چاروں رکعتیں فاسد ہوں ''ہندیہ'' میں ہے و فی القیاس تفسد مگر شیخین علیہما الرحمہ نے استحساناً چاروں رکعت کی صحت کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ ہندیہ کا صریح جزئیہ گزرا اور اصول کا قاعدہ کلیہ ہے المطلق یجری علی اطلاقہ کہ مطلق اپنے اطلاق پر ہی محمول ہوگا اور اس میں بے دلیل تقیید مقبول نہیں ہوگی۔

پھر فتاویٰ میں تفصیلاً حکم بیان ہوتا ہے والذی یکون مشتملا علی الفروع المناسبۃ والمسائل المتکثرۃ یقال لہ الفتاویٰ (تقدیم نور الایضاح) ان کا حال متون کی طرح نہیں جن میں ایجاز واختصار منظور ہوتا ہے۔ یہ دوسرا قرینہ اس بات کا ہے کہ یہاں حکم مطلق ہے اور اطلاقِ حکم خود عبارت سے ظاہر ''والنصوص تحمل علی ظواھرھا'' ہاں استحسان یہاں قیاس خفی ہے جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ چار رکعت نفل اگرچہ ابتداءً نفل ہیں اور ان کا ہر قعدہ فرض ہے لیکن ایک اعتبار سے وہ صلاۃ واحدہ کے حکم میں ہیں جیسا کہ نورالایضاح کا صریح جزئیہ گزرا لانھا صارت صلاۃ واحدۃ اس لئے دو رکعت پر سلام پھیرنے کا حکم نہیں بلکہ بغیر سلام پھیرے تیسری

رکعت کے لئے کھڑا ہوا اور چوتھی رکعت ملا کر سلام پھیرے اور نماز سے باہر ہو کیونکہ ابھی وہ نماز میں ہے۔ بایں وجہ اس کو تیسری رکعت کے لئے نئی تحریمہ کی ضرورت نہیں بلکہ پہلی ہی کافی ہے۔ یہ وجوہ ان کے صلاۃ واحدہ کے حکم میں ہونے کے مؤید ہیں۔ اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ لہذا واجب اور صلاۃ واحدہ سے مشابہت کی وجہ سے قعدہ اخیرہ قعدۂ اخیرہ نہ رہا بلکہ قعدۂ اولیٰ کے حکم میں ہو گیا ''حلبی'' میں ہے کہ نفل کی ہر دو رکعت پر قعدۂ فرض لعینہ نہیں بلکہ فرض لغیرہ ہے۔ لان القعدة علی راس الرکعتین من النفل لم تفرض لعینها بل لغیرها و هو الخروج علی تقدیر القطع علی راس الرکعتین فلما لم یقطع جعلهما اربعا و لم یات اوان الخروج فلم تفرض القعدة۔ ''نور الایضاح'' کے مذکورہ جزئیہ لانها صارت صلاة واحدة پر محشی نے ''رد المحتار'' کے حوالہ سے تحریر کیا ہے (صارت) ای جعلها بقیامه صلاة واحدة فتبقی القعدة واجبة اور قعدہ اولیٰ نفل میں بھی اصح قول پر واجب ہے بہار شریعت میں واجبات نماز گناتے ہوئے بائیسویں نمبر پر فرمایا ''قعدۂ اولیٰ اگرچہ نفل نماز ہو''۔

''درمختار'' میں ہے و القعود الاول ولو فی نفل فی الاصح'' ولو فی نفل پر علامہ شامی ردالمحتار میں تحریر فرماتے ہیں۔ لانه کان کل شفع منه صلاة علی حدة حتی افترضت القراة فی جمیعه لکن القعدة انما فرضت للخروج من الصلاة قام الی الثالثة تبین ان ما قبلها لم یکن او ان الخروج من الصلاة فلم تبق القعدة فریضة لہذا اس کی چاروں رکعتیں ہو جائیں گی۔ ایسا نہیں کہ پہلی والی دو نہ ہوں اور بعد

والی ہوجائیں۔ ''طحطاوی علی المراقی'' میں ہے ھذا الکلام صریح فی انها تحسب بتمامهاله خلافا لمن قال انها تحسب شفعا واحدا۔

زید کی دوسری دلیل بھی صحیح نہیں جس میں اس نے ''نفل کی ہر رکعت میں قرأت فرض ہے'' پر قیاس کیا ہے کیونکہ یہ قیاس مع الفارق ہے بایں وجہ کہ نفل کی ہر رکعت میں قرأت فرض لعینہ ہے اور نفل کا قعدۂ اولیٰ فرض لغیرہ بلکہ اصح قول میں واجب ہے۔

اور اس کی تیسری دلیل ''کہ کسی نے ۲۰؍رکعت تراویح ایک قعدہ اور ایک سلام سے پڑھیں تو ۱۸؍باطل ۲؍صحیح ہوں گی'' ایسا نہیں ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے ۲۰؍رکعت تراویح ایک سلام سے پڑھیں اور ہر دو رکعت پر قعدہ کیا تو سب کے نزدیک ہوگئیں اور اگر ہر دو رکعت پر قعدہ نہ کیا بلکہ آخر میں قعدہ کیا تو قول صحیح میں استحساناً ایک سلام سے نماز تراویح ہو جائے گی۔ ''ہندیہ'' میں ہے وصلی التراویح کلها بتسلمیة واحدة ان قعد فی کل رکعتین یجوز عند الکل و ان لم یقعد فی کل رکعتین وقعد فی اخرها ففی الاستحسان علی القول الصحیح یجزیه عن تسلیمة واحدة کذا فی السراج الوهاج۔ ''درمختار'' میں ہے (وهی عشرون رکعة بعشر تسلیمات)فلو فعلها بتسلیمة فان قعد لکل شفع صحت بکراهة والانابت عن شفع واحدبه یفتی ۔اور بہ یفتی پر علامہ شامی ''ردالمحتار'' میں فرماتے ہیں لم ارمن صرح بهذا اللفظ هذا۔ ''فتاویٰ تاتارخانیه'' میں هے و ان لم یقعد فی کل رکعتین وقعد فی اخرها فی القیاس وهو قول محمد وزفر تفسد صلاته ولا یجوز عن شیء وفی الاستحسان علی القول

الصحیح یجزیہ عن تسلیمة واحدة وفی الینا بیع وھو الاصح قیل عند ابی حنیفة وابی یوسف یجزیہ عن الکل ۔ زید نے مسئلہ تراویح کی نوعیت نہیں سمجھی یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور شیخین کے نزدیک کل تراویح ہو جائیں گی۔ اور اس کا اٹھارہ کے بطلان کا قول باطل ہے کسی امام کے نزدیک باطل نہیں ہوں گی کچھ کے نزدیک نفل ہو جائیں گی۔

جب یہ مسئلہ میرے سامنے آیا تو میں نے حکم شرع جزئیات کی روشنی میں زبانی بیان کر دیا۔ جس پر زید کے اعتراضات سامنے آئے۔ تب فقیر نے یہ مسئلہ اور اس پر فقہاء کے مصرح جزئیات کریم ابن کرماء فقیہ ابن فقہاء ،استاذی وشیخی، کنزی لیومی وغدی، تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ مفتی، فقیہ محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی کی بارگاہ میں پیش کئے حضور نے ان کو بغور سماعت فرما کر برجستہ اپنی زبان فیض ترجمان سے اصول کے کلیات، اور ان نوافل کی صلاۃ واحدہ اور واجب سے مشابہت بیان فرما کر فقیر کی تائید فرمائی۔ اور اگر میں یہ کہوں تو یقیناً بے جا نہیں بلکہ بجا ہے کہ جو کچھ فقیر نے تحریر کیا یہ سب حضور کا ہی فیضان کرم ہے ورنہ من آنم کہ من دانم اللھم ارزقنا طول حیاتہ ،ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

محمد افضال رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف

۲۸/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۹ھ ۳/جولائی ۲۰۰۸ء

الجواب صحیح والمجیب نجیح واللہ تعالیٰ اعلم:

مندرجہ بالا فتوے میں جو باتیں پہلے ذکر ہوئیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چار رکعات والی نفل نماز صلاۃ واحدہ کے حکم میں ہے۔ہم پہلے ہی کہہ چکے تھے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے خیال کی صریح تائید مندرجہ بالا عبارتوں سے ہوئی جو اس فتوے میں درج ہیں، عبارات مذہب بلاشبہ مطلق ہیں اور ان کا اطلاق بیشک ظاہر ہے اس میں تقیید اصول فقہ کی مخالفت تو ہے ہی، مذہب حنفی جس کے ہم مقلد ہیں سے عدول بھی نقد وقت ہے۔ اس سلسلے میں ترک قراءت سے متعلق جو عبارت پیش کی جاتی ہے بے محل ہے اس اصل پر قعدے کا قیاس سراسر مذہب حنفی کے خلاف ہے۔

مندرجہ بالا عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں امام اعظم نے اپنی اس اصل پر تمشی نہ فرمائی جو ترک قراءت کے باب میں ذکر ہوئیں۔ محض اتنی بات کہ قعدہ اور قراءت دونوں فرض ہیں، ایک دوسرے کی نظیر بننے کے لئے کافی نہیں، اوپر اس کا جواب گزرا کہ چار رکعت والی نماز میں قعدہ اولیٰ فرض لعینہ نہیں ہے اور یہ بھی گزرا کہ یہ اصل کہ نفل کی ہر دو رکعت علیحدہ نماز ہے مطرد نہیں لہذا نظیر پیش کرتے وقت اس کا لحاظ ضروری ہے دیکھا جائے کہ جس کو نظیر بنایا جا رہا ہے وہ کسی وجہ سے اپنے مماثل سے مختلف تو نہیں اور اصل مطرد ہے اور وہ اصل میں مندرج ہے یا اس سے خارج ہے پھر یہ ہماری فہم سے بالاتر ہے کہ شفع اول کی کسی ایک رکعت میں قراءت چھوٹے تو دو رکعتوں کی قضا کیوں لازم فرمائی جاتی ہے ایک رکعت کی قضا کا حکم کیوں نہیں فرماتے اور جب یہی حضرات چار رکعت والی نفل کو صلاۃ واحدہ قرار دیتے ہیں تو ساری نماز کیوں نہیں فاسد ہوتی اور باقی دو رکعتوں کے حق میں تحریمہ کیوں باقی رہتی ہے اس کا جواب ہمیں مل جائے تو

رب قدیر کا ان ائمہ مذہب کے وسیلے اور طفیل سے ہم پر احسان عظیم اور بصورت دیگر اگر ہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں تو ہم بحکم اطیعوا اللہ والرسول واولی الامر منکم اس اصل کو بے دلیل مانتے ہیں اور جب یہ بات ہے کہ اس کی دلیل ہمیں معلوم نہیں تو گویا وہ ہمارے حق میں ایک حکم تعبدی ہے جس کا ادراک محل دیگر میں ہم نہیں کر سکتے۔ اور اس کی دلیل مجتہد کے پاس جانتے ہیں ہمارا منصب یہی ہے کہ ہم کتب مذہب پر اعتماد کریں اور اپنے مذہب پر رہیں خصوصاً جس قول کے متعلق یہ تصریح ہو کہ یہ ہمارے امام کا مذہب ہے اور جن امور میں ہمارے امام اعظم کی تصریح منقول نہیں ان میں ہمیں طبقۂ مقلدین میں جو ائمہ تصحیح و ترجیح ہیں ان کا اتباع لازم ہے اما نحن فعلينا اتباع ما صححوه و ما رجحوه كما لو أافتونا فی حياتهم كذا فی الدرالمختار ۔ اس سلسلہ میں تراویح پر جو قیاس کیا جاتا ہے اس کا جواب بھی مندرجہ بالا عبارتوں سے ظاہر ہے ''طحطاوی علی المراقی'' میں ہے ولا ينافيه ماذكره ابن امير حاج فی بحث التراويح لو صلی الكل بسلام واحد ولم يقعد الافی اخرها اختلف المشائخ والصحيح انه يجزيه عن تسليمة واحدة كما لو صلی اربعا بتسليمة واحدة و لم يقعد علی راس الركعتين علی ما هو الصحيح لانه فی التراويح خاصة لكونها شرعت علی هيئة مخصوصة فلا تودی بغيرها فالمعنیٰ تنوب عن ركعتين من التراويح و ان كانت تحسب له عشرين نافلة ۔ اس عبارت سے ناظرین پر روشن ہے کہ اس میں کیا اختلاف ہے اور کیا تفصیل۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

(۱۵) لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے کا حکم

حضور مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ مرکزی دار الافتاء بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں برجونالہ کے آس پاس یعنی مسجد قادریہ مسجد الفردوس مسجد المصطفےٰ مسجد ارم مسجد مخدومیہ مسجد اسراریہ ایک اور نئی مسجد بنی ہے اس کے علاوہ ٹمیابرج کی تمام مسجدیں اہل سنت والجماعت کی مسجدیں ہیں صرف دو تین مسجد چھوڑ کر اور امام بھی اکثر رضوی حضرات ہی ہیں مائک یا ساؤنڈ بکس سے جمعہ و عیدین کی نماز پڑھاتے ہیں اور کہیں کہیں رمضان شریف میں نماز تراویح میں مائک استعمال کرتے ہیں مسجد رضا برجونالہ میں مائک یا ساونڈ بکس کا استعمال کسی نماز میں نہیں ہوتا ہے جو حضرات مائک یا ساونڈ بکس سے نمازیں پڑھاتے ہیں ان پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے دوسرا سوال برجونالہ میں ایک بہت بڑی عیدگاہ ہے (۲۰ ہزار مربع فٹ) جم غفیر کا مجمع ہوتا ہے کیا ساونڈ بکس سے نماز پڑھا سکتے ہیں اور جمعہ میں مسجد میں تقریر و دعا و خطبہ مائک سے پڑھ سکتے ہیں؟ بینوا وتوجروا

فقط

محمد مقبول انصاری

۱۰۹-۲۳ ڈاکٹر اے۔کے۔روڈ کولکتہ ۶۶

۱۷ اگست ۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الـجـواب اللهم هداية الحق والصواب (۱) ساؤنڈ بکس ولاؤڈ اسپیکر کی آواز متکلم کی عین آواز نہیں ہوتی اس لئے محض لاؤڈ اسپیکر یا ساؤنڈ بکس سے سنی گئی آواز پر اقتداء صحیح نہیں اس لئے کہ نماز ایک عبادت مقصودہ وخالصہ ہے اس میں ہر ذی روح غیر مقتدی، اور غیر ذی روح برقی طاقت وغیرہ دخیل ہو کر نماز کی فساد کا باعث ہو سکتی ہیں پھر یہ کہ تکبیر وہی کہہ سکتا ہے جو شریک نماز ہو اگر نماز سے باہر کسی نے تکبیر کہی اس پر نمازیوں نے عمل کیا تو نماز نہ ہوئی اور یہاں اتنی بات ہر ایک کو مسلم ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نہ خود امام ومکبر اور نہ اس میں اسکی اہلیت موجود تو اگر اس کی آواز پر اقتداء ہوئی تو خارجی آواز پر اقتداء ہوگی اور اس طرح تلقن من الخارج ہوا جو نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے "وان فتح غير المصلىٰ على المصلىٰ فاخذ بفتحه تفسد كذا فى منية المصلىٰ" اسی میں ہے ولو سمعه المؤتم ممن ليس فى الصلاة ففتحه يجب أن تبطل صلاة الكل لأن التلقين من خارج كذا فى البحر الرائق ناقلا عن القنية (ص ۱۰۱ ج اول)

مذکورہ جزئیات سے صاف روشنی پڑتی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر ابتدا کرے سے نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ صدائے بازگشت ہے۔ جو برقی طاقت مشینوں کے ذریعہ یونٹ سے ٹکرانے کے بعد بلند ہو کر واپس ہوتی ہے جس کو فقہاء محاکاۃ کہتے ہیں جو خارجی اور مصنوعی آواز ہے عند الشرع نماز میں اس کا کوئی اعتبار نہیں فتاویٰ شامی میں ہے " وكـذالك المبلغ اذا فقد التبليغ فقط خاليا عن قصد الأحرام فلا صلاة له ولا لمن يصلى بتبليغه فى هذه الحالته أنه اقتدىٰ بمن لم يدخل فى الصلاة (ص ۴۷۵ ج اول)

اور فتاویٰ امجدیہ میں ہے "آلہ مکبر الصوت سے خطبہ سننے میں حرج نہیں مگر اس کی آواز پر رکوع وسجدو کرنا مفسد نماز ہے (ص۱۹۰رج اول)

لہذا جو لوگ محض لاوڈاسپیکر کی آواز پر اقتداء کریں گے ان کی نماز فاسد ہوگی بہر حال لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ممنوع وخلاف احتیاط ہے کہ بعض حالات میں مفسد نماز ہے۔

اور فساد نماز بہر حال مظنہ ہے اگر لاؤڈ اسپیکر ایسا ہو کہ امام کو مائک میں بتکلف آواز ڈالنا پڑے اور اس کے لئے عمل کثیر درکار ہو تو اس صورت میں کسی کی نماز نہ ہوگی پھر بجلی اچانک چلی جانے کی صورت میں یا اس کے سسٹم میں خرابی پیدا ہونے کی صورت میں امام کی حالت مقتدیوں پر مشتبہ ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور بسا اوقات یہ صورت رونما ہوتی ہے جو فساد نماز کا باعث ہے تو لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اس لحاظ سے نماز میں ضرور خلاف احتیاط و ممنوع ہے جو لوگ بے جبر خود رغبت سے لاؤڈاسپیکر سے نماز پڑھاتے ہیں ضرور ملزم ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) محض لاؤڈاسپیکر سے امام کی اقتداء نماز کو فاسد کر دیتی ہے خواہ عیدگاہ میں ہو یا مسجد میں، نماز فرض ہو یا واجب ونوافل۔ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت کثیرۃ کے وقت مکبرین کے قیام کا حکم فرمایا ہے لہذا مذکورہ مساجد کے ائمہ و منتظمین کو چاہیئے کہ ضرورت کے وقت مکبرین کا انتظام کیا کریں اسی میں احیائے سنت و رفع بدعت و فساد ہے۔ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف ۲۰۰۴ء کے فقہی سیمنار میں لاؤڈ

اسپیکر کی اقتداء میں نماز کے عدم جواز پر علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ہو چکا ہے [1]
اب اس کے خلاف جائز نہیں ہاں لاؤڈ اسپیکر سے خطبہ، دعا، تقریر وعظ و نصیحت وغیرہ جائز ہے اس میں کوئی حرج وقباحت نہیں کما ذکرت آنفا و علیه علماء نا والفتویٰ ۔ والله تعالیٰ اعلم

کتبہ
محمد مناف رضوی مرکزی
خادم مرکزی دار الافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف
۲۴ رشوال المکرم ۱۴۳۴ھ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری
صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
محمد افضال رضوی
صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
محمد ناظم علی قادری بارہ بنکی
صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
غلام مصطفےٰ رضوی
مرکزی دار الافتاء بریلی شریف ۸۲ سوداگران

---

[1] اور وہ پورا فیصلہ یہ ہے۔
(۱) لاؤڈ اسپیکر کی آواز متکلم کی عین آواز نہیں ہے اس لیے محض لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز پر اقتدا اہم احناف کے نزدیک صحیح نہیں بالفرض یہ آواز ماہیت کے اعتبار سے متکلم کی آواز بھی ہو تو بھی حکما یہ اصل آواز نہیں لہذا اب بھی محض اس آواز پر ابتدا درست نہیں ہوگی۔
(۲) جہاں کہیں نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر لوگ جبر کریں وہاں مکبر ین کا بھی انتظام کیا جائے اور مقتدیوں کو مسئلہ کی صورت سے آگاہ کرتے ہوئے ہدایت کی جائے کہ وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا نہ کر کے مکبر ین کی آواز پر اقتدا کریں۔
(۳) اسی طرح مکبر ین کو بھی ہدایت کی جائے کہ وہ بھی لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا نہ کریں۔
(۴) کہیں مکبر مقرر کرنے کی بھی صورت نہ بنے تو امام مسئلہ بتادے وہ اس بنا پر امامت سے مستعفی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(سنی دنیا مارچ ۲۰۱۱ء خصوصی شمارہ شرعی کونسل آف انڈیا کے اکیس اہم فیصلے ص ۲۷)
(معظم بیگ رضوی)

ملنے کا پتہ:

مکتبہ المصطفےٰ اسلامیہ مارکیٹ نو محلّہ مسجد بریلی شریف

موبائل نمبر: 9219869490

Rs. 40/-